پارہ نمبر ۲۴

چند اہم مضامین کی فہرست

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿ۚۖ۳۴﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے اور سچا دین جب اس کے پاس آئے' اسے جھوٹا بتلائے' کیا ایسے کفار کے لئے جہنم ٹھکانا نہیں ہے؟ ○ اور جو لوگ سچے دین کو لائیں اور جو اسے سچا جانیں' یہی لوگ پارسا ہیں ○ ان کے لئے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہے جو یہ چاہیں' نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے۔ تاکہ اللہ تعالٰی ان سے ان کے برے عملوں کو دور کر دے اور جو نیک کام انہوں نے کئے ہیں' ان کا نیک بدلہ عطا فرمائے ○

مشرکین کی سزا اور موحدین کی جزا: ☆☆ (آیت:۳۲-۳۵) مشرکین نے اللہ پر بہت جھوٹ بولا تھا اور طرح طرح کے الزام لگائے تھے' کبھی اس کے ساتھ دوسرے معبود بتاتے تھے' کبھی فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں شمار کرنے لگتے تھے' کبھی مخلوق میں سے کسی کو اس کا بیٹا کہہ دیا کرتے تھے' جن تمام باتوں سے اس کی بلند و بالا ذات پاک اور برتر تھی' ساتھ ہی ان میں دوسری بدخصلت یہ بھی تھی کہ جو حق انبیاء علیہم السلام کی زبانی اللہ تعالٰی نازل فرماتا' یہ اسے بھی جھٹلاتے' پس فرمایا کہ یہ سب سے بڑھ کر ظالم ہیں۔ پھر جو سزا انہیں ہونی ہے' اس سے انہیں آگاہ کر دیا کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہی ہے جو مرتے دم تک انکار و تکذیب پر ہی رہیں۔

ان کی بدخصلت اور سزا کا ذکر کر کے پھر مومنوں کی نیک خو اور ان کی جزا کا ذکر فرماتا ہے کہ جو سچائی کو لایا اور اسے سچا مانا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اور ہر وہ شخص جو کلمہ توحید کا اقراری ہو۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی ماننے والی ان کی مسلمان امت۔ یہ قیامت کے دن یہی کہیں گے کہ جو تم نے ہمیں دیا اور جو فرمایا' ہم اسی پر عمل کرتے رہے۔ خود رسول اللہ ﷺ بھی اس آیت میں داخل ہیں۔ آپ بھی سچائی کے لانے والے' اگلے رسولوں کی تصدیق کرنے والے اور آپ پر جو کچھ نازل ہوا تھا' اسے ماننے والے تھے اور ساتھ ہی یہی وصف تمام ایمان داروں کا تھا کہ وہ اللہ پر' فرشتوں پر' کتابوں اور رسولوں پر ایمان رکھنے والے تھے۔

ربیع بن انس کی قراءت میں وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالصِّدْقِ ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں' سچائی کو لانے والے آنحضرت ﷺ ہیں اور اسے سچ ماننے والے مسلمان ہیں۔ یہی متقی' پرہیزگار اور پارسا ہیں۔ وہ اللہ سے ڈرتے رہے اور شرک و کفر سے بچتے رہے۔ ان کے لئے جنت میں جو وہ چاہیں سب کچھ ہے۔ جب طلب کریں گے' پائیں گے۔ یہی بدلہ ہے ان پاکباز لوگوں کا' رب ان کی برائیاں تو معاف فرما دیتا ہے۔ اور نیکیاں قبول کر لیتا ہے۔ جیسے دوسری آیت میں فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا الخ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کی نیکیاں ہم قبول کر لیتے ہیں۔ اور برائیوں سے درگزر فرما لیتے ہیں۔ یہ جنتوں میں رہیں گے۔ انہیں بالکل سچا اور صحیح وعدہ دیا جاتا ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۭ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۳۶ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝۳۷ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۳۸

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟ یہ لوگ تجھے اللہ کے سوا اوروں سے ڈرا رہے ہیں' جسے اللہ گمراہ کر دے' اس کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں ○ اور جسے وہ ہدایت دے' اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ غالب اور بدلہ لینے والا نہیں ہے؟ ○ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اب تو ان سے کہہ کہ اچھا یہ تو بتلاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو' اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ تو کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے۔ توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں ○

بھروسہ کے لائق صرف اللہ عزوجل کی ذات ہے: ☆☆ (آیت:۳۶-۳۸) ایک قراءت میں اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عِبَادَهٗ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے کو کافی ہے۔ اسی پر ہر شخص کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس نے نجات پالی جو اسلام کی ہدایت دیا گیا اور بقدر ضرورت روزی دیا گیا اور قناعت بھی نصیب ہوئی۔ (ترمذی وغیرہ) اے نبیؐ یہ لوگ تجھے اللہ کے سوا اوروں سے ڈرا رہے ہیں۔ یہ ان کی جہالت وضلالت ہے' اور اللہ جسے گمراہ کر دے' اسے کوئی راہ نہیں دکھا سکتا' جس طرح اللہ کے راہ دکھائے ہوئے شخص کو کوئی بہکا نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ بلند جناب والا ہے' اس پر بھروسہ کرنے والے کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا' اور اس کی طرف جھک جانے والا کبھی محروم نہیں رہتا۔ اس سے بڑھ کر عزت والا کوئی نہیں۔

اسی طرح اس سے بڑھ کر انتقام پر قادر بھی کوئی نہیں۔ جو اس کے ساتھ کفر وشرک کرتے ہیں' اس کے رسولوں سے لڑتے بھڑتے ہیں یقیناً وہ انہیں سخت سزائیں دے گا۔ مشرکین کی مزید جہالت بیان ہو رہی ہے کہ باوجود اللہ تعالیٰ کو خالق کل ماننے کے پھر بھی ایسے معبودان باطل کی پرستش کرتے ہیں جو کسی نفع نقصان کے مالک نہیں' جنہیں کسی امر کا کوئی اختیار نہیں۔ حدیث شریف میں ہے' اللہ کو یاد رکھ' وہ تیری حفاظت کرے گا۔ اللہ کو یاد رکھ' تو اسے ہر وقت اپنے پاس پائے گا۔ آسانی کے وقت رب کی نعمتوں کا شکر گزار رہ' سختی کے وقت وہ تیرے کام آئے گا۔ جب کچھ مانگ تو اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد طلب کر تو اسی سے مدد طلب کر' یقین رکھ کہ اگر تمام دنیا مل کر تجھے کوئی نقصان چاہے اور اللہ نے مقدر میں نہ لکھا ہو تو ہرگز نہیں پہنچا سکتے۔ صحیفے خشک ہو چکے' قلمیں اٹھالی گئیں۔ یقین اور شکر کے ساتھ نیکیوں میں مشغول کر۔ تکلیفوں میں صبر کرنے پر بڑی نیکیاں ملتی ہیں۔ مدد صبر کے ساتھ ہے۔ غم ورنج کے ساتھ ہی خوشی اور فراخی ہے۔ ہر سختی اپنے اندر آسانی لئے ہوئے ہے۔ (ابن ابی حاتم) تو کہہ دے کہ مجھے اللہ بس ہے۔ بھروسہ کرنے والے اسی کی پاک ذات پر بھروسہ کرتے ہیں جیسے کہ حضرت

ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا تھا جبکہ انہوں نے کہا تھا کہ اے ہود ہمارے خیال سے تو تمہیں ہمارے کسی معبود نے کسی خرابی میں مبتلا کر دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا' میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تمہارے تمام معبودان باطل سے بیزار ہوں۔ تم سب مل کر میرے ساتھ جو داؤ گھات تم سے ہو سکتے ہیں' سب کر لو اور مجھے مطلق مہلت نہ دو۔ سنو' میرا توکل میرے رب پر ہے جو دراصل تم سب کا بھی رب ہے۔ روئے زمین پر جتنے چلنے پھرنے والے ہیں' سب کی چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔ رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص سب سے زیادہ قوی ہونا چاہے' وہ اللہ پر بھروسہ رکھے اور جو سب سے زیادہ غنی بننا چاہے' وہ اس چیز پر جو اللہ کے ہاتھ میں ہے' زیادہ اعتماد رکھے بہ نسبت اس چیز کے جو خود اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور جو سب سے زیادہ بزرگ ہونا چاہے' وہ اللہ عزوجل سے ڈرتا رہے۔ (ابن ابی حاتم) پھر مشرکین کو ڈانٹتے ہوئے فرماتا ہے کہ اچھا تم اپنے طریقے پر عمل کرتے جاؤ۔ میں اپنے طریقے پر عامل ہوں۔ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں ذلیل و خوار کون ہوتا ہے؟ اور آخرت کے دائمی عذاب میں گرفتار کون ہوتا ہے؟ اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾

کہہ دے کہ اے میری قوم تم اپنے طور پر عمل کئے جاؤ۔ میں بھی عمل کر رہا ہوں۔ ابھی ابھی تم جان جاؤ گے کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی مار اور ہمیشگی کی سزا ہوتی ہے ○ تجھ پر ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب لوگوں کے لئے نازل فرمائی ہے۔ پس جو شخص راہ راست پر آ جائے' اس کے اپنے لئے نفع ہے اور جو گمراہ ہو جائے اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے' تو ان کا ذمہ دار نہیں ○

نیند اور موت کے وقت ارواح کا قبض کرنا: ☆☆ (آیت: ۴۱-۴۲) اللہ تعالیٰ رب العزت اپنے نبی ﷺ کو خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ ہم نے تجھ پر اس قرآن کو سچائی اور راستی کے ساتھ تمام جن و انس کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے۔ اس کے فرمان کو مان کر راہ راست حاصل کرنے والے اپنا ہی نفع کریں گے اور اس کے ہوتے ہوئے بھی دوسری غلط راہوں پر چلنے والے اپنا ہی بگاڑیں گے۔ تو اس امر کا ذمے دار نہیں کہ خواہ مخواہ ہر شخص اسے مان ہی لے۔ تیرے ذمے صرف اس کا پہنچا دینا ہے۔ حساب لینے والے ہم ہیں' ہم ہر موجود میں جو چاہیں تصرف کرتے رہتے ہیں' وفات کبریٰ جس میں ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے انسان کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وفات صغریٰ جو نیند کے وقت ہوتی ہے' ہمارے ہی قبضے میں ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ الخ یعنی وہ اللہ جو تمہیں رات کو فوت کر دیتا ہے اور دن میں جو کچھ تم کرتے ہو' جانتا ہے۔ پھر تمہیں دن میں اٹھا بٹھاتا ہے تاکہ مقرر کیا ہوا وقت پورا کر دیا جائے۔ پھر تم سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دے گا۔ وہی اپنے سب بندوں پر غالب ہے۔ وہی تم پر نگہبان فرشتے بھیجتا ہے تاوقتیکہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ تقصیر اور کمی

نہیں کرتے - پس ان دونوں آیتوں میں بھی یہی ذکر ہوا ہے- پہلے چھوٹی موت کو پھر بڑی موت کو بیان فرمایا - یہاں پہلے بڑی وفات کو پھر چھوٹی وفات کو ذکر کیا - اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ملاء اعلیٰ میں یہ روحیں جمع ہوتی ہیں جیسے کہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی بستر پر سونے کو جائے تو اپنے تہہ بند کے اندرونی حصے سے اسے جھاڑ لے نہ جانے اس پر کیا کچھ ہو-

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے- پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقررہ وقت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے غور کرنے والوں کے لئے اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں ○

پھر یہ دعا پڑھے بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ یعنی اے میرے پالنے والے رب تیرے ہی پاک نام کی برکت سے میں لیٹتا ہوں اور تیری ہی رحمت میں جاگوں گا - اگر تو میری روح کو روک لے تو اس پر رحم فرما اور اگر تو اسے بھیج دے تو اس کی ایسی ہی حفاظت کرنا جیسی تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے- بعض سلف کا قول ہے کہ مردوں کی روحیں جب وہ مریں اور زندوں کی روحیں جب وہ سوئیں قبض کر لی جاتی ہیں اور ان میں آپس میں تعارف ہوتا ہے- جب تک اللہ چاہے- پھر مردوں کی روحیں تو روک لی جاتی ہیں اور دوسری روحیں مقرر وقت تک کے لئے چھوڑ دی جاتی ہیں - یعنی مرنے کے وقت تک - حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مردوں کی روحیں اللہ تعالیٰ روک لیتا ہے اور زندوں کی روحیں واپس بھیج دیتا ہے اور اس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی - غور و فکر کے جو عادی ہیں وہ اسی ایک بات میں قدرت الٰہی کے بہت سے دلائل پا لیتے ہیں-

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو سفارش کرنے والا مقرر کر رکھا ہے۔ تو کہہ دے کہ گو وہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں۔ کہہ دے کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے' تمام آسمانوں اور زمین کا راج اسی کے لئے ہے' تم سب اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے ○ جب اللہ اکیلے کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے' اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کھل کر خوش ہو جاتے ہیں ○ تو کہہ کہ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے' چھپے کھلے کے جاننے والے' تو ہی اپنے بندوں میں ان امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ الجھ رہے تھے ○

مشرکین کی مذمت: ☆☆ (آیت:۴۳-۴۵) اللہ تعالیٰ مشرکوں کی مذمت بیان فرماتا ہے کہ وہ بتوں اور معبودان باطل کو اپنا سفارشی اور شفیع سمجھے بیٹھے ہیں' اس کی نہ کوئی دلیل ہے نہ حجت۔ اور دراصل انہیں نہ کچھ اختیار ہے نہ عقل وشعور۔ نہ ان کی آنکھیں' نہ ان کے کان' وہ تو پتھر اور جمادات ہیں جو حیوانوں میں درجہا بدتر ہیں۔ اس لئے اپنے نبی کو حکم دیا کہ ان سے کہہ دو' کوئی نہیں جو اللہ کے سامنے لب ہلا سکے۔ آواز اٹھا سکے جب تک کہ اُس کی مرضی نہ پالے اور اجازت حاصل نہ کر لے' ساری شفاعتوں کا مالک وہی ہے۔ زمین وآسمان کا بادشاہ تنہا وہی ہے' قیامت کے دن تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے' اس وقت وہ عدل کے ساتھ تم سب میں سچے فیصلے کرے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ ان کافروں کی یہ حالت ہے کہ توحید کا کلمہ سننا انہیں ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر سن کر ان کے دل تنگ ہو جاتے ہیں۔ اس کا سننا بھی انہیں پسند نہیں۔ ان کا جی اس میں نہیں لگتا۔ کفر وتکبر انہیں روک دیتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ یعنی ان سے جب کہا جاتا تھا کہ اللہ ایک کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تو یہ تکبر کرتے تھے اور ماننے سے جی چراتے تھے۔ چونکہ ان کے دل حق کے منکر ہیں' اس لئے باطل کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔ جہاں بتوں کا اور دوسرے معبود کا ذکر آیا' ان کی باچھیں کھل گئیں۔

صبح وشام کے بعض وظائف: ☆☆ (آیت:۴۶) مشرکین کو جو نفرت توحید سے ہے' اور جو محبت شرک سے ہے اسے بیان فرما کر اپنے نبی سے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ فرماتا ہے کہ تو صرف اللہ تعالیٰ واحد' احد کو ہی پکار جو آسمان وزمین کا خالق ہے اور اس وقت اس نے انہیں پیدا کیا ہے جبکہ نہ یہ کچھ تھے نہ ان کا کوئی نمونہ تھا۔ وہ ظاہر وباطن چھپے کھلے کا عالم ہے۔ یہ لوگ جو جو اختلافات اپنے آپس میں کرتے تھے سب کا فیصلہ اس دن ہوگا جب یہ قبروں سے نکلیں اور میدان قیامت میں آئیں۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز کو کس دعا سے شروع کرتے تھے؟

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝۴۷ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۴۸

اگر ظلم کرنے والوں کے پاس وہ سب کچھ ہو جو روئے زمین پر ہے اور اس کے ساتھ ہی اتنا ہی اور ہو تو بھی بدترین سزا کے بدلے میں قیامت کے دن یہ سب کچھ دے دیں' اور ان کے سامنے اللہ کی طرف سے وہ ظاہر ہوگا جس کا گمان بھی انہیں نہ تھا ○ جو کچھ انہوں نے کیا تھا' اس کی برائیاں ان پر کھل پڑیں گی اور جس کے ساتھ وہ مذاق کرتے تھے وہ انہیں آ گھیرے گا ○

آپؐ فرماتی ہیں' اس دعا سے اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرِیْلَ وَمِیْکَآئِیْلَ وَ اِسْرَافِیْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادَکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِھْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ تَھْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ یعنی اللہ اے جبرئیل' میکائیل اور اسرافیل کے رب' اے آسمان وزمین کو بے نمونے کے پیدا کرنے والے' اے حاضر وغائب کے جاننے والے' تو ہی اپنے بندوں کے اختلاف کا فیصلہ کرنے والا ہے جس جس چیز میں اختلاف کیا گیا ہے' تو مجھے ان سب میں اپنے فضل سے حق راہ دکھا۔ تو جسے چاہے سیدھی راہ کی راہنمائی کرتا ہے (مسلم) حضورؐ فرماتے ہیں' جو بندہ اس دعا کو پڑھے' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے اس بندے نے مجھ سے عہد لیا ہے' اس عہد کو پورا کرو۔ چنانچہ اسے جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔ وہ دعا یہ ہے اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اِنِّیْ اَعْھَدُ اِلَیْکَ فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَآ اَنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ فَاِنَّکَ اِنْ تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ تُقَرِّبْنِیْ مِنَ الشَّرِّ وَتُبَاعِدْنِیْ مِنَ الْخَیْرِ وَاِنِّیْ لَآ اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِکَ فَاجْعَلْ لِّیْ عِنْدَکَ عَھْدًا تُوَفِّیْنِیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ یعنی اے اللہ' اے آسمان وزمین کو بے نمونے کے پیدا کرنے والے' اے غائب وحاضر کے جاننے والے میں اس دنیا میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میری گواہی ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو اکیلا ہے' تیرا کوئی شریک نہیں اور میری یہ بھی شہادت ہے کہ محمد (ﷺ) تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ تو اگر مجھے میری ہی طرف سونپ دے گا تو میں برائی سے قریب اور بھلائی سے دور پڑ جاؤں گا۔ اللہ مجھے صرف تیری رحمت ہی کا سہارا اور بھروسہ ہے۔ پس تو بھی مجھ سے عہد کر جسے تو قیامت کے دن پورا کرے۔ یقیناً تو عہد شکن نہیں۔

اس حدیث کے راوی سہیلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم بن عبدالرحمٰن سے جب کہا کہ عونؒ اس طرح یہ حدیث بیان کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ' ہماری تو پردہ نشین بچیوں کو بھی یہ حدیث یاد ہے (مسند احمد) حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے ایک کاغذ نکالا اور فرمایا کہ یہ دعا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سکھائی ہے اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ وَاِلٰہُ کُلِّ شَیْءٍ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَشْھَدُوْنَ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَشِرْکِہٖ وَاَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰی نَفْسِیْ اِثْمًا اَوْ اَجُرَّہٗ اِلٰی مُسْلِمٍ یعنی اے اللہ' اے آسمان وزمین کو بے نمونہ پیدا کرنے والے' چھپی کھلی کے جاننے والے' تو ہر چیز کا رب ہے اور ہر چیز کا معبود ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو اکیلا ہے' تیرا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں اور فرشتے بھی یہی گواہی دیتے ہیں۔ میں شیطان سے اور اس کے شرک سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں اپنی جان پر کوئی گناہ کروں یا کسی اور مسلمان کی طرف کسی گناہ کو لے جاؤں۔ حضرت ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' اس دعا کو حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو سکھایا تھا۔ اسے سونے کے وقت پڑھا کرتے تھے۔ (مسند امام احمد) اور روایت میں ہے کہ ابوراشد حبرانیؒ نے کوئی حدیث سننے کی خواہش حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے کی تو حضرت عبداللہؓ نے ایک کتاب نکال کر ان کے سامنے رکھ دی اور فرمایا' یہ ہے جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے لکھوائی ہے۔ میں نے دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یارسول اللہؐ میں صبح وشام کیا پڑھوں؟ آپؐ نے فرمایا' یہ پڑھو۔ اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ رَبَّ کُلِّ شَیْءٍ وَمَلِیْکَہٗ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَشَرِّ الشَّیْطَانِ وَشِرْکِہٖ اَوْ اَقْتَرِفَ عَلٰی نَفْسِیْ سُوْٓءًا اَوْ اَجُرَّہٗ اِلٰی مُسْلِمٍ (ترمذی وغیرہ) مسند احمد کی حدیث میں ہے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' مجھے اس دعا کے پڑھنے کا اللہ کے رسول ﷺ نے صبح شام اور

سوتے وقت حکم دیا ہے۔ دوسری آیت میں ظالموں سے مراد مشرکین ہیں۔ فرماتا ہے کہ اگر ان کے پاس روئے زمین کے خزانے اتنے ہی اور ہوں تو بھی یہ قیامت کے بدترین عذاب کے بدلے انہیں اپنے فدیئے میں اور اپنی جان کے بدلے میں دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ لیکن اس دن کوئی فدیہ اور بدلہ قبول نہ کیا جائے گا گو زمین بھر کر سونا دیں جیسے کہ اور آیت میں بیان فرمادیا ہے۔ آج اللہ کے وہ عذاب ان کے سامنے آئیں گے کہ کبھی انہیں ان کا خیال بھی نہ گزرا تھا' جو جو حرام کاریاں' بدکاریاں' گناہ اور برائیاں انہوں نے دنیا میں کی تھیں' اب سب کی سزا اپنے آگے موجود پائیں گے۔ دنیا میں جس سزا کا ذکر سن کر مذاق کرتے تھے' آج وہ انہیں چاروں طرف سے گھیر لے گی۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ بَلْ هِىَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾

انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے۔ پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمادیں تو کہنے لگتا ہے کہ اسے تو میں محض اپنی دانائی کی وجہ سے دیا گیا ہوں۔ نہیں بلکہ یہ آزمائش ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں ○

انسان کا ناشکراپن: ☆☆ (آیت:۴۹) اللہ تعالیٰ انسان کی حالت کو بیان فرماتا ہے کہ مشکل کے وقت تو وہ آہ وزاری شروع کر دیتا ہے' اللہ کی طرف پوری طرح راجع اور راغب ہو جاتا ہے لیکن جہاں مشکل کشائی ہوگئی' جہاں راحت ونعمت حاصل ہوئی کہ یہ سرکش ومتکبر بنا۔ اور اکڑتا ہوا کہنے لگا کہ یہ تو اللہ کے ذمے میرا حق تھا۔ میں اللہ کے نزدیک اس کا مستحق تھا ہی۔ میری اپنی عقل مندی اور خوش تدبیری کی وجہ سے اس نعمت کو میں نے حاصل کیا ہے۔

قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

ع ۱۱

ان سے اگلے بھی یہی بات کہہ چکے ہیں۔ پس ان کی کارروائی ان کے کچھ کام نہ آئی ○ پھر ان کی تمام برائیاں ان پر آپڑیں اور ان میں سے بھی جو گنہگار ہیں' ان کی کی ہوئی برائیاں بھی ان پر آپڑیں گی۔ یہ (ہمیں) ہرا دینے والے نہیں ○ کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی' ایمان لانے والوں کے لئے اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' بات یوں نہیں بلکہ دراصل یہ ہماری طرف کی آزمائش ہے۔ گو ہمیں ازل سے علم حاصل ہے لیکن تاہم ہم اسے ظہور میں لانا چاہتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس نعمت کا یہ شکر ادا کرتا ہے یا ناشکری لیکن یہ لوگ بے علم ہیں۔ دعوے کرتے ہیں' منہ سے بات نکال دیتے ہیں لیکن اصلیت سے بے خبر ہیں' یہی دعویٰ اور یہی قول ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی کیا اور کہا۔ لیکن ان کا قول صحیح ثابت نہ ہوا

اوران نعمتوں نے' کسی اور چیز نے اوران کے اعمال نے انہیں کوئی نفع نہ دیا۔ جس طرح ان پر وبال ٹوٹ پڑا' اسی طرح ان پر بھی ایک دن ان کی بداعمالیوں کا وبال آپڑے گا اور یہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے ۔ نہ تھکا اور ہرا سکتے ہیں۔ جیسے کہ قارون سے اس کی قوم نے کہا تھا کہ اس قدر اکڑ نہیں' اللہ تعالیٰ خود پسندوں کو محبوب نہیں رکھتا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو خرچ کر کے آخرت کی تیاری کر اور وہاں کا سامان مہیا کر۔ اس دنیا میں بھی فائدہ اٹھاتا رہ اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ سلوک کیا ہے تو بھی لوگوں کے ساتھ احسان کرتا رہ' زمین میں فساد کرنے والا مت بن' اللہ تعالیٰ مفسدوں سے محبت نہیں کرتا۔ اس پر قارون نے جواب دیا کہ ان تمام نعمتوں اور جاہ و دولت کو میں نے اپنی دانائی اور علم و ہنر سے حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' کیا اسے یہ معلوم نہیں کہ اس سے پہلے اس سے زیادہ قوت اور اس سے زیادہ جمع جتھا والوں کو میں نے ہلاک و برباد کر دیا ہے' مجرم اپنے گناہوں کے بارے میں پوچھے نہ جائیں گے۔

الغرض مال واولاد پر پھول کر اللہ کو بھول جانا یہ شیوہ کفر ہے۔ کفار کا قول تھا کہ ہم مال واولاد میں زیادہ ہیں۔ ہمیں عذاب نہیں ہوگا۔ کیا انہیں اب تک یہ معلوم نہیں کہ رزق کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کے لئے چاہے کشادگی کرے اور جس پر چاہے تنگی کرے۔ اس میں ایمان والوں کے لئے طرح طرح کی عبرتیں اور دلیلیں ہیں۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰي مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

میری جانب سے کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی' تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ' بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے' واقعی وہ بڑی بخشش' بڑی رحمت والا ہے ○ تم سب اپنے پروردگار کی طرف جھک پڑو اور اس کی حکم برداری کئے چلے جاؤ۔ اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آجائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے ○ اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں اطلاع بھی نہ ہو ○ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص کہے' ہائے افسوس اس بات پر کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اڑانے والوں میں ہی رہا ○

توبہ' تمام گناہوں کی معافی کا ذریعہ: ☆☆ (آیت: ۵۳-۵۶) اس آیت میں تمام نافرمانوں کو گو وہ مشرک و کافر بھی ہوں توبہ کی دعوت دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ کی ذات غفور ورحیم ہے۔ وہ ہر تائب کی توبہ قبول کرتا ہے۔ ہر جھکنے والے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والے کے اگلے گناہ بھی معاف فرما دیتا ہے گو وہ کیسے ہی ہوں' کتنے ہی ہوں' کبھی کے ہوں۔ اس آیت کو بغیر توبہ کے گناہوں کی بخشش کے معنی میں لینا صحیح نہیں اس لئے کہ شرک بغیر توبہ کے بخشا نہیں جاتا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ بعض مشرکین جو قتل و زنا کے بھی مرتکب تھے'

حاضر خدمت نبویؐ ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یہ آپ کی باتیں اور آپ کا دین ہمیں ہر لحاظ سے اچھا اور سچا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بڑے بڑے گناہ جو ہم سے ہو چکے ہیں' ان کا کفارہ کیا ہوگا؟ اس پر آیت وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ الخ یہ اور آیت نازل ہوئی۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے' حضور علیہ السلام فرماتے ہیں' مجھے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز کے ملنے سے اتنی خوشی نہ ہوئی جتنی اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی ہے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ جس نے شرک کیا ہو؟ آپؐ نے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد فرمایا' خبردار رہو' جس نے شرک بھی کیا ہو' تین مرتبہ یہی فرمایا۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک بوڑھا بڑا شخص لکڑی ٹکاتا ہوا آنحضرت ﷺ کی دمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے چھوٹے موٹے گناہ بہت سارے ہیں' کیا مجھے بھی بخشا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا' کیا تو اللہ کی توحید کی گواہی نہیں دیتا؟ اس نے کہا' ہاں اور آپؐ کی رسالت کی گواہی بھی دیتا ہوں' آپؐ نے فرمایا' تیرے چھوٹے موٹے گناہ معاف ہیں۔

ابوداؤد ترمذی وغیرہ میں ہے' حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا' آپؐ اس آیت کی تلاوت اسی طرح فرما رہے تھے اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ اور اس آیت کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ پس ان تمام احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بندے کو رحمت رب سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ گو گناہ کتنے ہی بڑے اور کتنے ہی کثرت سے ہوں۔ توبہ اور رحمت کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہوا رہتا ہے اور وہ بہت ہی وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ کیا لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور فرمایا وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ الخ جو برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے' پھر اللہ سے استغفار کرے' وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا پائے گا۔

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰہَ ھَدٰىنِیْ لَکُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَی الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ کَرَّۃً فَاَکُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰی قَدْ جَآءَتْکَ اٰیٰتِیْ فَکَذَّبْتَ بِھَا وَاسْتَکْبَرْتَ وَکُنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۵۹﴾

یا کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں بھی پارسا لوگوں میں ہوتا ○ یا عذابوں کو دیکھ کر کہنے لگے' کاش کہ کسی طرح میرا لوٹ جانا ہو جاتا تو میں بھی نیکوکاروں میں ہو جاتا ○ ہاں ہاں بیشک تیرے پاس میری آیتیں پہنچ چکی تھیں جنہیں تو نے جھٹلایا اور غرور و تکبر کیا اور تو تھا ہی کافروں میں ○

منافقوں کی سزا جو جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوگی اسے بیان فرما کر بھی فرمایا اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا یعنی ان سے وہ مستثنیٰ ہیں جو توبہ کریں اور اصلاح کر لیں۔ مشرکین نصاریٰ کے اس شرک کا کہ وہ اللہ کو تین میں کا تیسرا مانتے ہیں' ذکر کر کے ان کی سزاؤں کے بیان سے پہلے فرما دیا اِنْ لَّمْ یَنْتَھُوْا عَمَّا یَقُوْلُوْنَ کہ اگر یہ اپنے قول سے باز نہ آئے تو پھر اللہ تعالیٰ عظمت و کبریائی جلال وشان والے نے فرمایا' یہ کیوں اللہ سے توبہ نہیں کرتے اور کیوں اس سے استغفار نہیں کرتے؟ وہ تو بڑا ہی غفور و رحیم ہے۔ ان لوگوں کا جنہوں نے خندقیں کھود کر مسلمانوں کو آگ میں ڈالا تھا ذکر کرتے ہوئے بھی فرمایا کہ جو مسلمان مرد عورتوں کو تکلیف پہنچا کر پھر بھی توبہ نہ کریں ان کے لئے عذاب جہنم اور عذاب نار ہے۔

امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے کرم وجود کو دیکھو کہ اپنے دوستوں کے قاتلوں کو بھی توبہ اور مغفرت کی طرف بلا رہا ہے۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں اس شخص کا واقعہ بھی مذکور ہے جس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ پھر بنی اسرائیل کے ایک عابد سے پوچھا کہ کیا اس کے لئے بھی توبہ ہے؟ اس نے انکار کیا۔ اس نے اسے بھی قتل کر دیا۔ پھر ایک عالم سے پوچھا' اس نے جواب دیا کہ تجھ میں اور توبہ میں کوئی روک نہیں اور حکم دیا کہ موحدوں کی بستی میں چلا جائے چنانچہ یہ اس گاؤں کی طرف چلا لیکن راستے میں ہی موت آ گئی۔ رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں آپس میں اختلاف ہوا۔ اللہ عزوجل نے زمین کے ناپنے کا حکم دیا تو ایک بالشت بھر نیک لوگوں کی بستی جس طرف وہ ہجرت کر کے جا رہا تھا' قریب نکلی اور یہ انہی کے ساتھ ملا دیا گیا اور رحمت کے فرشتے اس کی روح کو لے گئے۔ یہ بھی مذکور ہے کہ وہ موت کے وقت سینے کے بل اس طرف گھسیٹتا ہوا چلا تھا۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ نیک لوگوں کی بستی کے قریب ہو جانے کا اور برے لوگوں کی بستی کے دور ہو جانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ یہ اس حدیث کا خلاصہ ہے۔ پوری حدیث اپنی جگہ بیان ہو چکی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے تمام بندوں کو اپنی مغفرت کی طرف بلایا ہے' انہیں بھی جو حضرت مسیحؑ کو اللہ کہتے تھے' انہیں بھی جو آپ کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے' انہیں بھی جو حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا بتاتے تھے' انہیں بھی جو اللہ کو فقیر کہتے تھے' انہیں بھی جو اللہ کے ہاتھوں کو بند بتاتے تھے۔ انہیں بھی جو اللہ تعالیٰ کو تین میں کا تیسرا کہتے تھے' اللہ تعالیٰ ان سب سے فرماتا ہے کہ یہ کیوں اللہ کی طرف نہیں جھکتے اور کیوں اس سے اپنے گناہوں کی معافی نہیں چاہتے؟ اللہ تو بڑی بخشش والا اور بہت ہی رحم و کرم والا ہے۔ پھر توبہ کی دعوت اللہ تعالیٰ نے اسے دی جس کا قول ان سب سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ جس نے دعویٰ کیا تھا کہ میں تمہارا بلند و بالا رب ہوں۔ جو کہتا تھا کہ میں نہیں جانتا کہ تمہارا کوئی معبود میرے سوا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بھی جو شخص اللہ کے بندوں کو توبہ سے مایوس کرے' وہ اللہ عزوجل کی کتاب کا منکر ہے لیکن اسے سمجھ لو کہ جب تک اللہ کسی بندے پر اپنی مہربانی سے رجوع نہ فرمائے' اسے توبہ نصیب نہیں ہوتی۔

طبرانی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ کتاب اللہ قرآن کریم میں سب سے زیادہ عظمت والی آیت ''آیت الکرسی'' ہے اور خیر و شر کی سب سے زیادہ جامع آیت اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ ہے اور سارے قرآن میں سب سے زیادہ خوشی کی آیت سورۂ زمر کی قُلْ يٰعِبَادِيَ الخ ہے اور سب سے زیادہ ڈھارس دینے والی آیت وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ہے یعنی اللہ سے ڈرتے رہنے والوں کی مخلصی خود اللہ کر دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں کا اسے خیال و گمان بھی نہ ہو۔ حضرت مسروقؒ نے یہ سن کر فرمایا کہ بیشک آپ سچے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جا رہے تھے کہ آپ نے ایک واعظ کو دیکھا جو لوگوں کو نصیحتیں کر رہا تھا کہ آپ نے فرمایا۔ تو کیوں لوگوں کو مایوس کر رہا ہے؟ پھر اسی آیت کی تلاوت کی (ابن ابی حاتم)

''ان احادیث کا بیان جن میں ناامیدی اور مایوسی کی ممانعت ہے'' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر تم خطائیں کرتے کرتے زمین و آسمان پر کر دو' پھر اللہ سے استغفار کرو تو یقیناً وہ تمہیں بخش دے گا۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' اگر تم خطائیں کرو ہی نہیں تو اللہ عزوجل تمہیں فنا کر کے ان لوگوں کو لائے گا جو خطا کر کے استغفار کریں اور پھر اللہ انہیں بخشے۔ (مسند امام احمد) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی وفات کے وقت فرماتے ہیں' ایک حدیث میں نے تم سے آج تک بیان نہیں کی تھی۔ اب بیان کر دیتا ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' آپ نے فرمایا' اگر تم گناہ ہی نہ کرتے تو اللہ عزوجل ایسی

قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتی' پھر اللہ انہیں بخشتا۔ (صحیح مسلم وغیرہ) حضورؐ فرماتے ہیں' گناہ کا کفارہ ندامت اور شرمساری ہے اور آپؐ نے فرمایا' اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لاتا جو گناہ کریں' پھر وہ انہیں بخشے (مسند احمد) آپؐ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو کامل یقین رکھنے والا اور گناہوں سے توبہ کرنے والا ہو (مسند احمد) حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ ابلیس ملعون نے کہا' اے میرے رب تو نے مجھے آدم کی وجہ سے جنت سے نکالا ہے اور میں اس سے اس کے بغیر کہ تو مجھے اس پر غلبہ دے' غالب نہیں آ سکتا۔ جناب باری نے فرمایا' جا تو ان پر مسلط ہے۔ اس نے کہا' اللہ کچھ اور بھی مجھے زیادتی عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' جا بنی آدم میں جتنی اولاد پیدا ہوگی اتنی ہی تیرے ہاں بھی ہوگی۔ اس نے پھر التجا کی کہ باری تعالیٰ کچھ اور بھی مجھے زیادتی دے۔ پروردگار عالم نے فرمایا' بنی آدم کے سینے میں تیرے لئے مسکن بنا دوں گا اور تم ان کے جسم میں خون کی جگہ پھرو گے۔ اس نے پھر کہا کہ کچھ اور بھی مجھے زیادتی عنایت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' جا تو ان پر اپنے سوار اور پیادے دوڑا۔ اور ان کے مال و اولاد میں اپنا ساجھا کر اور انہیں امنگیں دلا۔ گو حقیقتاً تیرا امنگیں دلانا اور وعدے کرنا سراسر دھوکے کی ٹٹی ہیں۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار تو نے اسے مجھ پر مسلط کر دیا۔ اب میں اس سے تیرے بچائے بغیر بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' سنو تمہارے ہاں جو اولاد ہوگی' اس کے ساتھ میں ایک محافظ مقرر کر دوں گا جو شیطانی پنجے سے محفوظ رکھے' حضرت آدمؑ نے اور زیادتی طلب کی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا' ایک نیکی کو دس گنا کر کے دوں گا بلکہ دس سے بھی زیادہ۔ اور برائی اسی کے برابر رہے گی یا معاف کر دوں گا۔ آپ نے پھر بھی اپنی یہی دعا جاری رکھی۔ رب العزت نے فرمایا' توبہ کا دروازہ تمہارے لئے اس وقت تک کھلا ہے جب تک روح جسم میں ہے۔ حضرت آدمؑ نے دعا کی اللہ مجھے اور زیادتی بھی عطا فرما۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہی آیت پڑھ سنائی کہ میرے گنہگار بندوں سے کہہ دو وہ میری رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت عمر فاروقؓ کی حدیث میں ہے کہ جو لوگ بوجہ اپنی کمزوری کے کفار کی تکلیفیں برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے اپنے دین میں فتنے میں پڑ گئے تھے' ہم اس کی نسبت آپس میں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوئی نیکی اور توبہ قبول نہ فرمائے گا۔ ان لوگوں نے اللہ کو پہچان کر پھر کفر کو لے لیا اور کافروں کی سختی کو برداشت نہ کیا۔ جب حضورؐ مدینے میں آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں ہمارے اس قول کی تردید کر دی اور یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا سے لَا تَشْعُرُوْنَ تک آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں' میں نے اپنے ہاتھ سے ان آیتوں کو لکھا اور ہشام بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت ہشامؓ فرماتے ہیں' میں اس وقت ذی طویٰ میں تھا۔ میں انہیں پڑھ رہا تھا اور بار بار پڑھتا جاتا تھا اور خوب غور و خوض کر رہا تھا لیکن اصلی مطلب تک ذہن رسائی نہیں کرتا تھا۔ آخر میں نے دعا کی کہ پروردگار ان آیتوں کا صحیح مطلب اور ان کو میری طرف بھیجے جانے کا صحیح مقصد مجھ پر واضح کر دے۔ چنانچہ میرے دل میں اللہ کی طرف سے ڈالا گیا کہ ان آیتوں سے مراد ہم ہی ہیں۔ یہ ہمارے بارے میں ہیں اور ہمیں جو خیال تھا کہ اب ہماری توبہ قبول نہیں ہو سکتی' اسی بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اسی وقت میں واپس مڑا۔ اپنا اونٹ لیا۔ اس پر سواری کی اور سیدھا مدینے میں آ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ (سیرۃ ابن اسحاق) بندوں کی مایوسی کو توڑ کر انہیں بخشش کی امید دلا کر پھر حکم دیا اور رغبت دلائی کہ وہ توبہ اور نیک عمل کی طرف سبقت اور جلدی کریں۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ کے عذاب آ پڑیں جس وقت کہ کسی کی مدد کچھ کام نہیں آتی' اور انہیں چاہیے کہ عظمت والے قرآن کریم کی تابعداری اور ماتحتی میں مشغول ہو جائیں۔ اس سے پہلے کہ اچانک عذاب آ جائیں اور یہ بے خبری میں ہی ہوں' اس وقت قیامت کے دن بے توبہ مرنے والے اور اللہ کی عبادت میں کمی کرنے والے بڑی حسرت اور بہت افسوس کریں گے اور آرزو کریں گے کہ کاش کہ ہم خلوص کے ساتھ احکام الٰہی بجا لاتے۔ افسوس! کہ ہم تو بے یقین رہے۔ اللہ کی باتوں کی تصدیق ہی نہ کی بلکہ ہنسی مذاق ہی سمجھتے رہے' اور کہیں گے کہ اگر

ہم بھی ہدایت پا لیتے تو یقیناً رب کی نافرمانیوں سے دنیا میں اور اللہ کے عذاب سے آخرت میں بچ جاتے اور عذاب کو دیکھ کر افسوس کرتے ہوئے کہیں گے کہ اگر اب دوبارہ دنیا کی طرف جانا ہو جائے تو دل کھول کر نیکیاں کر لیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بندے کیا عمل کریں گے اور کیا کچھ وہ کہیں گے' ان کے عمل اور ان کے قول سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دے دی اور فی الواقع اس سے زیادہ باخبر کون ہو سکتا ہے؟ نہ اس سے زیادہ سچی خبر کوئی دے سکتا ہے۔ بدکاروں کے یہ تینوں قول بیان فرمائے اور دوسری جگہ یہ خبر دے دی کہ اگر یہ واپس دنیا میں بھیجے جائیں تو بھی ہدایت کو اختیار نہ کریں گے بلکہ جن کاموں سے روکے گئے ہیں' انہی کو کرنے لگیں گے اور یہاں جو کہتے ہیں' سب جھوٹ نکلے گا۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے' ہر جہنمی کو اس کی جنت کی جگہ دکھائی جاتی ہے۔ اس وقت وہ کہتا ہے کاش کہ اللہ مجھے ہدایت دیتا۔ یہ اس لئے کہ اسے حسرت و افسوس ہو۔ اور اسی طرح ہر جنتی کو اس کی جہنم کی جگہ دکھائی جاتی ہے' اس وقت وہ کہتا ہے کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتا تو وہ جنت میں نہ آ سکتا۔ یہ اس لئے کہ وہ شکر و احسان کے ماننے میں اور بڑھ جائے جب گنہگار لوگ دنیا کی طرف لوٹنے کی آرزو کریں گے۔ اور اللہ کی آیتوں کی تصدیق نہ کرنے کی حسرت کریں گے اور اللہ کے رسولوں کو نہ ماننے پر کڑھنے لگیں گے۔ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرمائے گا کہ اب ندامت لاحاصل ہے' پچھتاوا بے سود ہے۔ دنیا میں ہی میں تو اپنی آیتیں اتار چکا تھا۔ اپنی دلیلیں قائم کر چکا تھا لیکن تو انہیں جھٹلاتا رہا اور ان کی تابعداری سے تکبر کرتا رہا' ان کا منکر رہا۔ کفر اختیار کیا' اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْۗءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے' تو دیکھے گا کہ قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ ہو گئے ہوں گے' کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں؟ ○ اور جن لوگوں نے پرہیزگاری کی' انہیں اللہ تعالیٰ ان کی کامیابی کے ساتھ بچا لے گا' انہیں کوئی برائی چھو بھی نہیں سکے گی اور نہ وہ کسی طرح غمگین ہوں گے ○

مشرکین کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے: ☆☆ (آیت: ۶۰-۶۱) قیامت کے دن دو طرح کے لوگ ہوں گے۔ کالے منہ والے اور نورانی چہرے والے۔ تفرقہ اور اختلاف والوں کے چہرے تو سیاہ پڑ جائیں گے اور اہل سنت والجماعت کی خوبصورت شکلیں نورانی ہو جائیں گی۔ اللہ کے شریک ٹھہرانے والوں' اس کی اولاد مقرر کرنے والوں کو دیکھے گا کہ ان کے جھوٹ اور بہتان کی وجہ سے منہ کالے ہوں گے اور حق کو قبول نہ کرنے اور تکبر و خود نمائی کرنے کے وبال میں یہ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے جہاں بڑی ذلت کے ساتھ سخت تر اور بدترین سزائیں بھگتیں گے۔ ابن ابی حاتم کی مرفوع حدیث میں ہے کہ "تکبر کرنے والوں کا حشر قیامت کے دن چیونٹیوں کی صورت میں ہو گا۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی مخلوق بھی انہیں روندتی جائے گی یہاں تک کہ جہنم کے جیل خانے میں بند کر دیئے جائیں گے جس کا نام بولس ہے۔ جس کی آگ بہت تیز اور نہایت ہی مصیبت والی ہے۔ دوزخیوں کو لہو' پیپ اور گندگی پلائی جائے گی' ہاں اللہ کا ڈر رکھنے والے اپنی کامیابی اور سعادت مندی کی وجہ سے اس عذاب سے اور اس ذلت اور مار پیٹ سے بالکل بچے ہوئے ہوں گے اور کوئی برائی ان کے پاس بھی نہ پھٹکے گی۔ گھبراہٹ اور غم جو قیامت کے دن عام ہو گا' وہ ان سے الگ ہو گا۔ ہر غم سے بے غم اور ہر ڈر سے بے ڈر اور ہر سزا اور ہر دکھ سے بے پرواہ ہوں گے۔ کسی قسم کی ڈانٹ جھڑکی انہیں نہ دی جائے گی۔ امن و امان کے ساتھ' راحت و چین کے ساتھ اللہ کی تمام نعمتیں حاصل کئے ہوئے ہوں گے۔

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ۙ وَّھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ﴿۶۲﴾ لَہٗ مَقَالِیْدُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ
الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّھَا الْجٰھِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ
اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ ۚ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ
عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰہَ فَاعْبُدْ وَکُنْ
مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ ﴿۶۶﴾

اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ○ آسمانوں اور زمینوں کی کنجیوں کا مالک وہی ہے' جن جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا' وہی خسارہ پانے والے ہیں ○ تو کہہ دے کہ اے جاہلو' کیا تم مجھ سے اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کو کہتے ہو؟ ○ یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے کے تمام نبیوں کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں ہو جائے گا ○ بلکہ تو اللہ کی عبادت کرتا رہ اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا ○

(آیت: ۶۲-۶۶) تمام جاندار اور بے جان چیزوں کا خالق' مالک' رب اور متصرف اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے- ہر چیز اس کی ماتحتی میں' اس کے قبضے اور اس کی تدبیر میں ہے- سب کا کارساز اور وکیل وہی ہے- تمام کاموں کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے' زمین و آسمان کی کنجیوں اور ان کے خزانوں کا وہی تنہا مالک ہے' حمد و ستائش کے قابل اور ہر چیز پر قادر وہی ہے- کفر و انکار کرنے والے بڑے ہی گھاٹے اور نقصان میں ہیں- امام ابن ابی حاتم نے یہاں ایک حدیث وارد کی ہے گو سند کے لحاظ سے وہ بہت ہی غریب ہے بلکہ صحت میں بھی کلام ہے لیکن تاہم ہم بھی اسے یہاں ذکر کر دیتے ہیں- اس میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپؐ نے فرمایا' اے عثمان تم سے پہلے کسی نے مجھ سے اس آیت کا مطلب دریافت نہیں کیا-

اس کی تفسیر یہ کلمات ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اے عثمان جو شخص اسے صبح کو دس بار پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسے چھ فضائل عطا فرماتا ہے- اول تو وہ شیطان اور اس کے لشکر سے بچ جاتا ہے' دوم اسے ایک قنطار اجر ملتا ہے' تیسرے اس کا ایک درجہ جنت میں بلند ہوتا ہے' چوتھے اسے حور عین سے نکاح کرا دیا جاتا ہے' پانچویں اس کے پاس بارہ فرشتے آتے ہیں' چھٹے اسے اتنا ثواب دیا جاتا ہے جیسے کسی نے قرآن اور توراۃ اور انجیل و زبور پڑھی- پھر ساتھ ہی اسے ایک قبول شدہ حج اور ایک مقبول عمرے کا ثواب ملتا ہے- اور اگر اسی دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا درجہ ملتا ہے- یہ حدیث بہت غریب ہے اور اس میں بڑی نکارت ہے- واللہ اعلم-

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' مشرکین نے آپ سے کہا کہ آؤ تم ہمارے معبودوں کی پوجا کرو اور ہم تمہارے رب کی پرستش کریں گے- اس پر آیت قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰہِ سے مِنَ الْخٰسِرِیْنَ تک نازل ہوئی- یہی مضمون اس آیت میں بھی ہے- وَلَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبِطَ عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اوپر انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے- پھر فرمایا ہے' اگر بالفرض یہ انبیاء بھی شرک کریں تو ان کے تمام اعمال اکارت اور ضائع ہو جائیں- یہاں بھی فرمایا کہ تیری طرف اور تجھ سے پہلے کے تمام انبیاء کی طرف ہم نے یہ وحی بھیج دی

ہے کہ جو بھی شرک کرے اس کا عمل غارت۔ اور وہ نقصان یافتہ اور زیاں کار' پس تجھے چاہیے کہ تو خلوص کے ساتھ اللہ وحدہ ولاشریک کی عبادت میں لگا رہ اور اس کا شکر گزار رہ۔ تو بھی اور تیرے ماننے والے مسلمان بھی۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾

ان لوگوں نے جیسی عظمت اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی' نہیں کی۔ ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں ○

زمین وآسمان اللہ کی انگلیوں میں: ☆☆ (آیت: ۶۷) مشرکین نے دراصل اللہ تعالیٰ کی قدر وعظمت جانی ہی نہیں۔ اسی وجہ سے وہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے لگے' اس سے بڑھ کر عزت والا' اس سے زیادہ بادشاہت والا' اس سے بڑھ کر غلبے اور قدرت والا کوئی نہیں۔ نہ کوئی اس کا ہمسر اور برابری کرنے والا ہے۔ یہ آیت کفار قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہیں اگر قدر ہوتی تو اس کی باتوں کو غلط نہ جانتے۔ جو شخص اللہ کو ہر چیز پر قادر مانے' وہ ہے جس نے اللہ کی عظمت کی اور جس کا یہ عقیدہ نہ ہو' وہ اللہ کی قدر کرنے والا نہیں۔ اس آیت کے متعلق بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ اس جیسی آیتوں کے بارے میں سلف صالحین کا مسلک یہی رہا ہے کہ جس طرح اور جن لفظوں میں یہ آئی ہے' اسی طرح انہی لفظوں کے ساتھ انہیں مان لینا اور ان پر ایمان رکھنا۔ نہ ان کی کیفیت ٹٹولنا نہ ان میں تحریف وتبدیلی کرنا۔ صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ یہودیوں کا ایک بڑا عالم رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم یہ لکھا پاتے ہیں کہ اللہ عزوجل ساتوں آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور سب زمینوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور درختوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوق کو ایک انگلی پر رکھ لے گا۔ پھر فرمائے گا' میں ہی سب کا مالک اور سچا بادشاہ ہوں۔ حضورؐ اس کی بات کی سچائی پر ہنس دیئے یہاں تک کہ آپؐ کے مسوڑھے ظاہر ہو گئے۔ پھر آپؐ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ مسند کی حدیث بھی اسی کے قریب ہے۔ اس میں ہے کہ آپؐ ہنسے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ اور روایت میں ہے کہ وہ اپنی انگلیوں پر بتاتا جاتا تھا۔ پہلے اس نے کلمے کی انگلی دکھائی تھی۔ اس روایت میں چار انگلیوں کا ذکر ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے' اللہ تعالیٰ زمین کو قبض کر لے گا اور آسمان کو اپنی داہنی مٹھی میں لے لے گا۔ پھر فرمائے گا' میں ہوں بادشاہ' کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟ مسلم کی اس حدیث میں ہے کہ زمینیں اس کی ایک انگلی پر ہوں گی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں ہوں گے۔ پھر فرمائے گا میں ہی بادشاہ ہوں۔ مسند احمد میں ہے' حضورؐ نے ایک دن منبر پر اس آیت کی تلاوت کی اور آپؐ اپنا ہاتھ ہلاتے جاتے تھے۔ آگے پیچھے لا رہے تھے اور فرماتے تھے' اللہ تعالیٰ اپنی بزرگی آپ بیان فرمائے گا کہ میں جبار ہوں' میں متکبر ہوں' میں مالک ہوں' میں باعزت ہوں' میں کریم ہوں۔ آپؐ اس کے بیان کے وقت اتنا ہل رہے تھے کہ ہمیں ڈر لگنے لگا کہ کہیں آپؐ منبر سمیت گر نہ پڑیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی پوری کیفیت دکھا دی کہ کس طرح حضورؐ نے اسے حکایت کیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائے گا' میں بادشاہ ہوں۔ اپنی انگلیوں کو کبھی کھولے گا۔ کبھی بند کرے گا۔ اور آپ اس وقت ہل رہے تھے یہاں تک کہ حضور ﷺ کے ہلنے سے سارا منبر ہلنے لگا اور مجھے ڈر لگا کہ کہیں وہ حضور کو گرا نہ دے۔ بزار کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے یہ آیت پڑھی اور منبر ہلنے لگا۔ پس آپؐ تین مرتبہ آئے گئے۔ واللہ اعلم۔ معجم کبیر طبرانی کی ایک غریب حدیث

میں ہے کہ حضورؐ نے اپنے صحابہؓ کی ایک جماعت سے فرمایا' میں آج تمہیں سورۂ زمر کی آخری آیتیں سناؤں گا جسے ان سے رونا آ گیا' وہ جنتی ہو گیا اب آپ نے اس آیت سے لے کر ختم سورۃ تک کی آیتیں تلاوت فرمائیں۔ بعض روئے اور بعض کو رونا نہ آیا۔ انہوں نے عرض کیا' یا رسول اللہ ہم نے ہر چند رونا چاہا لیکن رونا نہ آیا۔

آپؐ نے فرمایا' اچھا میں پھر پڑھوں گا جسے رونا نہ آئے وہ رونی شکل بنا کر بہ تکلف روئے۔ ایک اس سے بڑھ کر غریب حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میں نے تین چیزیں اپنے بندوں میں چھپالی ہیں۔ اگر وہ انہیں دیکھ لیتے تو کوئی شخص کبھی کوئی بدعملی نہ کرتا۔ (۱) اگر میں پردہ ہٹا دیتا اور وہ مجھے دیکھ کر خوب یقین کر لیتے اور معلوم کر لیتے کہ میں اپنی مخلوق سے کیا کچھ کرتا ہوں جب کہ ان کے پاس آؤں اور آسمانوں کو اپنی مٹھی میں لے لوں۔ پھر زمین کو اپنی مٹھی میں لے لوں' پھر کہوں' میں بادشاہ ہوں۔ میرے سوا ملک کا مالک کون ہے؟ (۲) پھر میں انہیں جنت دکھاؤں اور اس میں جو بھلائیاں ہیں' سب ان کے سامنے کر دوں اور وہ یقین کے ساتھ خوب اچھی طرح دیکھ لیں۔ (۳) اور میں انہیں جہنم دکھا دوں اور اس کے عذاب دکھا دوں یہاں تک کہ انہیں یقین آ جائے۔ لیکن میں نے یہ چیزیں قصداً ان سے پوشیدہ کر رکھی ہیں تاکہ میں جان لوں کہ وہ مجھے کس طرح جانتے ہیں کیونکہ میں نے یہ سب باتیں بیان کر دی ہیں۔ اس کی سند متقارب ہے اور اس نسخے سے بہت سی حدیثیں روایت کی جاتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ﴿۶۸﴾ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۷۰﴾ ع ۷

صور پھونک دیا جائے گا۔ پس آسمانوں اور زمین والے سب بیہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔ پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے ○ زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی' نامہ اعمال حاضر کئے جائیں گے' نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان حق حق فیصلے کر دیئے جائیں گے۔ وہ ظلم نہ کئے جائیں گے ○ اور جس شخص نے جو کچھ کیا ہے' بھر پور ادے دیا جائے گا۔ جو کچھ لوگ کر رہے ہیں' وہ بخوبی جاننے والا ہے ○

قیامت کی ہولناکی کا بیان: ☆☆ (آیت: ۶۸-۷۰) قیامت کی ہولناکی اور دہشت و وحشت کا ذکر ہو رہا ہے کہ صور پھونکا جائے گا۔ یہ دوسرا صور ہو گا جس سے ہر زندہ مر جائے گا خواہ آسمان میں ہو خواہ زمین میں۔ مگر جسے اللہ چاہے۔ صور کی مشہور حدیث میں ہے کہ پھر باقی والوں کی روحیں قبض کی جائیں گی یہاں تک کہ سب سے آخر خود ملک الموت کی روح بھی قبض کی جائے گی اور صرف اللہ تعالیٰ ہی باقی رہ جائے گا' جو حی و قیوم ہے' جو اول سے تھا اور آخر میں دوام کے ساتھ رہ جائے گا۔ پھر فرمائے گا کہ آج کس کا راج پاٹ ہے؟ تین مرتبہ یہی فرمائے گا۔ پھر خود آپ ہی اپنے آپ کو جواب دے گا کہ اللہ واحد و قہار کا' میں ہی اکیلا ہوں جس نے ہر چیز کو اپنی ماتحتی میں کر رکھا ہے' آج میں نے سب کو فنا کا حکم دے دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ سب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کرے گا

اور انہیں حکم دے گا کہ دوبارہ نفخہ پھونکیں- یہ تیسرا صور ہو گا جس سے ساری مخلوق جو مردہ تھی' زندہ ہو جائے گی جس کا بیان اس آیت میں ہے کہ اور نفخہ پھونکا جائے گا اور سب لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور نظریں دوڑانے لگیں گے- یعنی قیامت کی دل دوز حالت دیکھنے لگیں گے' جیسے فرمان ہے فَاِنَّمَا هِیَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمۡ بِالسَّاهِرَةِ یعنی وہ تو صرف ایک ہی سخت آواز ہو گی جس سے سب لوگ فوراً ہی ایک میدان میں آ موجود ہوں گے- اور آیت میں ہے یَوۡمَ یَدۡعُوۡكُمۡ فَتَسۡتَجِیۡبُوۡنَ بِحَمۡدِهٖ الخ یعنی جس دن اللہ تعالیٰ انہیں بلائے گا تو سب اس کی حمد کرتے ہوئے اس کی پکار کو مان لو گے اور دنیا کی زندگی کو کم سمجھنے لگو گے- اللہ جل وعلا کا اور جگہ ارشاد ہے وَمِنۡ اٰیٰتِهٖۤ اَنۡ تَقُوۡمَ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ الخ اس کی نشانیوں میں سے زمین و آسمان کا اس کے حکم سے قائم رہنا ہے- پھر جب وہ تمہیں زمین میں سے پکار کر بلائے گا تو تم سب یک بارگی نکل پڑو گے-

مسند احمد ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں' اتنے اتنے وقت تک قیامت آ جائے گی- آپ نے ناراض ہو کر فرمایا' جی تو چاہتا ہے کہ تم سے کوئی بات بیان ہی نہ کروں- میں نے تو کہا تھا کہ بہت تھوڑی مدت میں تم اہم امر دیکھو گے- پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' میری امت میں دجال آئے گا اور وہ چالیس تک رہے گا- میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال یا چالیس راتیں- پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا- وہ بالکل صورت شکل میں حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ جیسے ہوں گے- اللہ آپ کو غالب کرے گا اور دجال آپ کے ہاتھوں ہلاک ہو گا- پھر سات سال تک لوگ اس طرح ملے جلے رہیں گے کہ ساری دنیا میں دو شخصوں کے درمیان بھی آپس میں رنجش و عداوت نہ ہو گی- پھر پروردگار عالم شام کی طرف ایک ہلکی ٹھنڈی ہوا چلائے گا جس سے تمام ایمان والوں کی روح قبض کر لی جائے گی یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو گا' وہ بھی ختم ہو جائے گا- یہ خواہ کہیں بھی ہوں یہاں تک کہ اگر کسی پہاڑی کی کھوہ میں بھی کوئی مسلمان ہو گا تو یہ ہوا وہاں بھی پہنچے گی- میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے- پھر تو بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو اپنے کمینہ پن میں مثل پرندوں کے ہلکے اور اپنی بے وقوفی میں مثل درندوں کے بے وقوف ہوں گے' نہ اچھائی کو اچھائی سمجھیں گے نہ برائی کو برائی جانیں گے- ان پر شیطان ظاہر ہو گا اور کہے گا' شرماتے نہیں کہ تم نے بت پرستی چھوڑ رکھی ہے چنانچہ وہ اس کے بہکائے میں آ کر بت پرستی شروع کر دیں گے- اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ ان کی روزی اور معاش میں کشادگی عطا فرمائے ہوئے ہو گا- پھر صور پھونک دیا جائے گا- جس کے کان میں اس کی آواز جائے گی' وہ ادھر گرے گا' ادھر کھڑا ہو گا- پھر گرے گا- سب سے پہلے اس کی آواز جس کے کان میں پڑے گی' یہ وہ شخص ہو گا جو اپنا حوض ٹھیک کر رہا ہو گا- فوراً بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے گا- پھر تو ہر شخص بیہوش اور خود فراموش ہو جائے گا- پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو شبنم کی طرح ہو گی- اس سے لوگوں کے جسم اگ نکلیں گے' پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھنے لگیں گے- پھر کہا جائے گا کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو- انہیں ٹھہرا لو' ان سے سوالات کئے جائیں گے' پھر فرمایا جائے گا کہ جہنم کا حصہ نکال لو' پوچھا جائے گا' کس قدر- جواب ملے گا' ہر ہزار سے نو سو ننانوے- یہ دن ہو گا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور یہی دن ہو گا جس میں پنڈلی کھولی جائے گی- (صحیح مسلم)

صحیح بخاری میں ہے' دونوں نفخوں کے درمیان چالیس ہوں گے- راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ کیا چالیس دن؟ فرمایا' میں اس کا جواب نہیں دوں گا' کہا گیا چالیس ماہ؟ فرمایا میں اس کا بھی انکار کرتا ہوں- انسان کی سب چیز سڑ گل جائے گی مگر ریڑھ کی ہڈی اسی سے مخلوق کی ترتیب دی جائے گی- ابو یعلیٰ میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اس آیت میں جو استثناء ہے یعنی جسے اللہ چاہے' اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ فرمایا شہداء- یہ اپنی تلواریں لٹکائے اللہ کے عرش کے اردگرد ہوں

گۓ فرشتے اپنے جھرمٹ میں انہیں محشر کی طرف لے جائیں گے۔ یاقوت کی اونٹنیوں پر وہ سوار ہوں گے جن کی گدیاں ریشم سے بھی زیادہ نرم ہوں گی۔ انسان کی نگاہ جہاں تک کام کرتی ہے اس کا ایک قدم ہوگا۔ یہ جنت میں خوش وقت ہوں گے۔ وہاں عیش وعشرت میں ہوں گے۔ پھر ان کے دل میں آئے گا کہ چلو دیکھیں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے فیصلے کر رہا ہوگا چنانچہ ان کی طرف دیکھ کر الہ العالمین ہنس دے گا۔ اور اس جگہ جسے دیکھ کر رب ہنس دے اس پر حساب کتاب نہیں ہے۔ اس کے کل راوی ثقہ ہیں مگر اسماعیل بن عیاش کے استاد غیر معروف ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ قیامت کے دن جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے فیصلے کے لئے آئے گا اس وقت اس کے نور سے ساری زمین روشن ہو جائے گی۔ نامہ اعمال لائے جائیں گے۔ نبیوں کو پیش کیا جائے گا جو گواہی دیں گے کہ انہوں نے اپنی امتوں کو تبلیغ کر دی تھی۔ اور بندوں کے نیک بد اعمال کے محافظ فرشتے لائے جائیں گے۔ اور عدل وانصاف کے ساتھ مخلوق کے فیصلے کئے جائیں گے۔ اور کسی پر کسی قسم کا ظلم وستم نہ کیا جائے گا۔ جیسے فرمایا وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الخ یعنی قیامت کے دن ہم میزان عدل قائم کریں گے اور کسی پر بالکل ظلم نہ ہوگا گو رائی کے دانے کے برابر عمل ہو ہم اسے بھی موجود کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔ اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ بہ قدر ذرے کے بھی ظلم نہیں کرتا وہ نیکیوں کو بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتا ہے۔ اسی لئے یہاں بھی ارشاد ہو رہا ہے ہر شخص کو اس کے بھلے برے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ وہ ہر شخص کے اعمال سے باخبر ہے۔

وَسِيقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾

کفاروں کے غول کے غول جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے۔ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اس کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے آگاہ کرتے تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں درست ہے لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا ○ کہا جائے گا کہ اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ جہاں ہمیشگی ہے پس سرکشوں کا ٹھکانا بہت ہی برا ہے ○

کفار کی آخری منزل: ☆☆ (آیت: ۷۱-۷۲) بدنصیب منکرین حق کفار کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ وہ جانوروں کی طرح رسوائی ذلت ڈانٹ ڈپٹ اور جھڑکی سے جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے۔ جیسے اور آیت میں يُدَعُّوْنَ کا لفظ ہے۔ یعنی دھکے دیئے جائیں گے اور سخت پیاسے ہوں گے جیسے اللہ جل وعلا نے فرمایا يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ الخ جس روز ہم پرہیزگاروں کو رحمان کے مہمان بنا کر جمع کریں گے اور گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے۔ اس کے علاوہ بہرے گونگے اور اندھے ہوں گے اور منہ کے بل گھسیٹے جا رہے ہوں گے جیسے فرمایا وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ الخ قیامت کے دن انہیں ہم ان کے منہ کے بل گھسیٹ کر لائیں گے۔ یہ اندھے

گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ جب اس کی آتش دھیمی ہونے لگے ہم اسے اور تیز کر دیں گے۔ یہ قریب پہنچیں گے، دروازے کھل جائیں گے تا کہ فوراً ہی عذاب نار شروع ہو جائے۔ پھر انہیں وہاں کے محافظ فرشتے شرمندہ کرنے کے لئے اور ندامت بڑھانے کے لئے ڈانٹ کر اور جھڑک کر کہیں گے کیونکہ ان میں رحم کا تو مادہ ہی نہیں، سراسر سختی کرنے والے، سخت غصے والے اور بڑی بے طرح مار مارنے والے ہیں کہ کیا تمہارے پاس تمہاری ہی جنس کے اللہ کے رسول نہیں آئے تھے؟ جن سے تم سوال جواب کر سکتے تھے، اپنا اطمینان اور تسلی کر سکتے تھے، ان کی باتوں کو سمجھ سکتے تھے، ان کی صحبت میں بیٹھ سکتے تھے، انہوں نے اللہ کی آیتیں تمہیں پڑھ کر سنائیں، اپنے لائے ہوئے سچے دین پر دلیلیں قائم کر دیں۔ تمہیں اس دن کی برائیوں سے آگاہ کر دیا۔ آج کے عذابوں سے ڈرا دیا۔ کافر اقرار کریں گے کہ ہاں یہ سچ ہے بیشک اللہ کے پیغمبر ہم میں آئے۔ انہوں نے دلیلیں بھی قائم کیں۔ ہمیں بہت کچھ کہا سنا بھی۔ ڈرایا دھمکایا بھی۔ لیکن ہم نے ان کی ایک نہ مانی بلکہ ان کے خلاف کیا، مقابلہ کیا کیونکہ ہماری قسمت میں ہی شقاوت تھی۔ ازلی بدنصیب ہم تھے۔ حق سے ہٹ گئے اور باطل کے طرفدار بن گئے۔

جیسے سورۂ تبارک کی آیت میں ہے، جب جہنم میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا، اس سے وہاں کے محافظ پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہاں آیا تو تھا لیکن ہم نے اس کی تکذیب کی اور کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا۔ تم بڑی بھاری غلطی میں ہو۔ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو آج دوزخیوں میں نہ ہوتے۔ یعنی اپنے آپ کو آپ ملامت کرنے لگیں گے۔ اپنے گناہ کا خود اقرار کریں گے۔ اللہ فرمائے گا، دوری اور خسارہ ہو۔ لعنت و پھٹکار ہو اہل دوزخ پر، کہا جائے گا یعنی ہر وہ شخص جو انہیں دیکھے گا اور ان کی حالت کو معلوم کرے گا، وہ صاف کہہ اٹھے گا کہ بے شک یہ اسی لائق ہیں۔ اسی لئے کہنے والے کا نام نہیں لیا گیا بلکہ اسے مطلق چھوڑا گیا تا کہ اس کا عموم باقی رہے اور اللہ تعالیٰ کے عدل کی گواہی کامل ہو جائے۔ ان سے کہہ دیا جائے گا کہ اب جاؤ جہنم میں، یہیں ہمیشہ جلتے جھلستے رہنا، نہ یہاں سے کسی طرح کسی وقت چھٹکارا ملے نہ تمہیں موت آئے۔ آہ! یہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے جس میں دن رات جلنا ہی جلنا ہے۔ یہ ہے تمہارے تکبر کا اور حق کو نہ ماننے کا بدلہ۔ جس نے تمہیں ایسی بری جگہ پہنچایا اور یہیں کر دیا۔ کیا ہی برا حال ہے؟ اور کیا ہی عبرت ناک مال ہے؟ اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴿٧٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٧٤﴾

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہتے تھے، ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آ جائیں گے اور دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے کہیں گے، تم پر سلام ہو، تم خوشحال ہو، تم اس میں ہمیشہ کے لئے چلے جاؤ ○ یہ کہیں گے، اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں، پس عمل کرنے والوں کے لئے بہت ہی اچھا بدلہ ہے ○

متقیوں کی آخری منزل: ☆☆ (آیت:۷۳-۷۴) اوپر بدبختوں کا انجام اوران کا حال بیان ہوا- یہاں سعادت مندوں کا نتیجہ بیان ہورہا ہے کہ یہ بہترین خوبصورت اونٹنیوں پر سوار ہوکر جنت کی طرف پہنچائے جائیں گے- ان کی بھی جماعتیں ہوں گی- مقربین خاص کی جماعت' پھر برابر کی' پھران سے کم درجے والوں کی' پھران سے کم درجے والوں کی' ہر جماعت اپنے مناسب لوگوں کے ساتھ ہوگی' انبیاء انبیاء کے ہمراہ' صدیق اپنے جیسوں کے ساتھ' شہید لوگ اپنے والوں کے ہمراہ' علماء اپنے جیسوں کے ساتھ' غرض ہر ہم جنس اپنے میل کے لوگوں کے ساتھ ہوں گے- جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے' پل صراط سے پار ہو چکے ہوں گے' وہاں ایک پل پر ٹھہرائے جائیں گے' اوران میں آپس میں جو مظالم ہوں گے' ان کا قصاص اور بدلہ ہوجائے گا- جب پاک صاف ہوجائیں گے تو جنت میں جانے کی اجازت پائیں گے- صور کی مطول حدیث میں ہے کہ جنت کے دروازوں پر پہنچ کر یہ آپس میں مشورہ کریں گے کہ دیکھو سب سے پہلے کسے اجازت دی جاتی ہے' پھر وہ حضرت آدمؑ کا قصد کریں گے- پھر حضرت نوحؑ کا' پھر حضرت ابراہیمؑ کا' پھر حضرت موسیٰؑ' پھر حضرت عیسیٰؑ کا پھر حضرت محمد ﷺ وعلیہم کا جیسے میدان محشر میں شفاعت کے موقعہ پر بھی کیا تھا- اس سے بڑا مقصد جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی فضیلت کا موقعہ بموقعہ اظہار کرنا ہے- صحیح مسلم کی حدیث میں ہے' میں جنت میں پہلا سفارشی ہوں- ایک اور روایت میں ہے' میں پہلا وہ شخص ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا- مسند احمد میں ہے' میں قیامت کے دن جنت کا دروازہ کھلوانا چاہوں گا تو وہاں کا داروغہ مجھ سے پوچھے گا کہ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا کہ محمد (ﷺ) وہ کہے گا مجھے یہی حکم تھا کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے جنت کا دروازہ کسی کے لئے نہ کھولوں-

مسند احمد میں ہے کہ پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی' ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے ہوں گے- تھوک' رینٹ' پیشاب' پاخانہ وہاں کچھ نہ ہوگا- ان کے برتن اور سامان آرائش سونے چاندی کا ہوگا- ان کی انگیٹھیوں میں بہترین اگر خوشبو دے رہا ہوگا' ان کا پسینہ مشک ہوگا- ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلی کا گودا بوجہ حسن ونزاکت' صفائی اور نفاست کے گوشت کے پیچھے سے نظر آ رہا ہوگا- کسی دو میں کوئی اختلاف اور حسد وبغض نہ ہوگا- سب کے سب گھل مل کر ایسے ہوں گے جیسے ایک شخص کا دل جو جنت میں جائے گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے- ان کے بعد والی جماعت کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے بہترین چمکتا ستارہ- پھر قریب قریب اوپر والی حدیث کے بیان ہے اور یہ بھی ہے کہ ان کے قد ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے- جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا قد تھا- اور حدیث میں ہے کہ میری امت کی ایک جماعت جو ستر ہزار کی تعداد میں ہوگی' پہلے پہل جنت میں داخل ہوگی' ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے- یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہؐ' اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی انہی میں سے کردے- آپؐ نے دعا کی کہ اللہ انہیں بھی انہی میں سے کردے' پھر ایک انصاری نے بھی یہی عرض کی- آپؐ نے فرمایا عکاشہ تجھ پر سبقت لے گیا- ان ستر ہزار کا بے حساب جنت میں داخل ہونا بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں سے بہت سے صحابہؓ سے مروی ہے- بخاری ومسلم میں ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار یا سات سو ہزار (یعنی سات لاکھ) جنت میں ایک ساتھ جائیں گے- ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے ہوئے ہوں گے- سب ایک ساتھ ہی جنت میں قدم رکھیں گے- ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے ہوں گے- ابن ابی شیبہ میں ہے مجھ سے میرے رب کا وعدہ ہے' کہ میری امت میں سے ستر ہزار شخص جنت میں جائیں گے- ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے' ان سے نہ حساب ہوگا نہ انہیں عذاب ہوگا- ان کے علاوہ اور تین لپیں بھر کر' جو اللہ اپنے ہاتھوں سے لپ بھر کر جنت میں پہنچائے گا- طبرانی- اس روایت میں ہے پھر ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے- اس حدیث کے بہت سے شواہد ہیں- جب یہ سعید بخت بزرگ جنت کے پاس پہنچ جائیں گے' ان کے لئے دروازے کھل جائیں گے' ان کی وہاں عزت وتعظیم

ہوگی' وہاں کے محافظ فرشتے انہیں بشارت سنائیں گے' ان کی تعریفیں کریں گے' انہیں سلام کریں گے۔ اس کے بعد کا جواب قرآن میں محذوف رکھا گیا ہے تاکہ عمومیت باقی رہے۔

مطلب یہ ہے کہ اس وقت یہ پورے خوش وقت ہو جائیں گے۔ بے انداز سرور وراحت' آرام وچین انہیں ملے گا۔ ہر طرح کی آس اور بھلائی کی امید بندھ جائے گی۔ ہاں یہاں یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ بعض لوگوں نے جو کہا ہے کہ وَفُتِحَتْ میں واؤ آٹھویں ہے اور اس سے استدلال کیا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں' انہوں نے بڑا تکلف کیا ہے اور بیکار مشقت اٹھائی ہے۔ جنت کے آٹھ دروازوں کا ثبوت تو صحیح احادیث میں صاف موجود ہے۔ مسند احمد میں ہے' جو شخص اپنے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرلے' وہ جنت کے سب دروازوں سے بلایا جائے گا۔ جنت کے کئی ایک دروازے ہیں۔ نمازی باب الصلوٰۃ سے' سخی باب الصدقہ سے' مجاہد باب جہاد سے' روزے دار باب الریان سے بلائے جائیں گے۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا کہ یارسول اللہؐ' گو اس کی ضرورت تو نہیں کہ ہر دروازے سے پکارا جائے' جس سے بھی پکارا جائے مقصد تو جنت میں جانے سے ہے۔ لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہے جو جنت کے کل دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم انہی میں سے ہو گے۔ یہ حدیث بخاری ومسلم وغیرہ میں بھی ہے۔ بخاری ومسلم کی ایک اور حدیث میں ہے' جنت میں آٹھ دروازے ہیں۔ جن میں سے ایک کا نام باب الریان ہے' اس میں سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ صحیح مسلم میں ہے' تم میں سے جو شخص کامل مکمل بہت اچھی طرح مل مل کر وضو کرے پھر اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھے' اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس سے چاہے چلا جائے۔ اور حدیث میں ہے' جنت کی کنجی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔ "جنت کے دروازوں کی کشادگی کا بیان" اللہ ہمیں بھی جنت نصیب کرے۔ شفاعت کی مطول حدیث میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اے محمد (ﷺ) اپنی امت میں سے جن پر حساب نہیں' انہیں داہنی طرف کے دروازے سے جنت میں لے جاؤ لیکن اور دروازوں میں بھی یہ دوسروں کے ساتھ شریک ہیں۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ جنت کی چوکھٹ اتنی بڑی وسعت والی ہے جتنا فاصلہ مکہ اور ہجر میں ہے۔ یا فرمایا ہجر اور مکہ میں ہے۔

ایک روایت میں ہے مکہ اور بصریٰ میں ہے۔ (بخاری ومسلم) حضرت عتبہ بن غزوان نے اپنے خطبے میں بیان فرمایا کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کی وسعت چالیس سال کی راہ ہے۔ ایک ایسا دن بھی آنے والا ہے کہ جنت میں جانے والوں کی بھیڑ بھاڑ سے یہ وسیع دروازے کھچا کھچ بھرے ہوئے ہوں گے (مسلم) مسند میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جنت کی چوکھٹ چالیس سال کی راہ کی ہے یہ جب جنت کے پاس پہنچیں گے' انہیں فرشتے سلام کریں گے اور مبارکباد دیں گے کہ تمہارے اعمال' تمہارے اقوال' تمہاری کوشش اور تمہارا بدلہ ہر چیز خوشی والی اور عمدگی والی ہے۔

جیسے کہ حضور علیہ السلام نے کسی غزوے کے موقعہ پر اپنے منادی سے فرمایا تھا' جاؤ ندا کر دو کہ جنت میں صرف مسلمان لوگ ہی جائیں گے یا فرمایا تھا صرف مومن ہی فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم اب یہاں سے نکالے نہ جاؤ گے بلکہ یہاں تمہارے لئے دوام ہے' اپنا یہ حال دیکھ کر خوش ہو کر جنتی اللہ کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے کہ الحمد للہ' جو وعدہ ہم سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبانی کیا تھا' اسے پورا کیا۔ یہی دعا ان کی دنیا میں تھی رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ یعنی اے ہمارے پروردگار ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے اپنے رسولوں کی زبانی ہم سے کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر۔ یقیناً تیری ذات

وعدہ خلافی سے پاک ہے اور آیت میں ہے کہ اس موقعہ پر اہل جنت یہ بھی کہیں گے' اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت کی۔ اگر وہ ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے۔ یقیناً اللہ کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے۔ وہ یہ بھی کہیں گے کہ اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا' یقیناً ہمارا رب بخشنے والا اور قدر کرنے والا ہے۔ جس نے اپنے فضل و کرم سے پاک جگہ ہمیں نصیب فرمائی جہاں ہمیں نہ کوئی دکھ درد ہے نہ رنج و تکلیف' یہاں ہے کہ یہ کہیں گے اس نے ہمیں جنت کی زمین کا وارث کیا۔ جیسے فرمان ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ الخ ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ اسی طرح آج جنتی کہیں گے کہ اس جنت میں ہم جہاں جگہ بنالیں' کوئی روک ٹوک نہیں۔ یہ ہے بہترین بدلہ ہمارے اعمال کا۔

معراج والے واقعہ میں بخاری و مسلم میں ہے کہ جنت کے ڈیرے خیمے لولو کے ہیں اور اس کی مٹی مشک خالص ہے۔ ابن صائد سے جب حضورؐ نے جنت کی مٹی کا سوال کیا تو اس نے کہا سفید میدے جیسی مشک خالص۔ حضورؐ نے فرمایا' یہ سچا ہے (مسلم)

مسلم ہی کی اور روایت میں ہے کہ ابن صائد نے حضورؐ سے پوچھا تھا۔ ابن ابی حاتم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ جنت کے دروازے پر پہنچ کر یہ ایک درخت کو دیکھیں گے جس کی جڑ میں سے دو نہریں نکلتی ہوں گی۔ ایک میں وہ غسل کریں گے جس سے اس قدر پاک صاف ہو جائیں گے کہ ان کے جسم اور چہرے چمکنے لگیں گے۔ ان کے بال کنگھی کئے ہوئے تیل والے ہو جائیں گے کہ پھر کبھی سلجھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے' نہ چہرے اور جسم کا رنگ روپ ہلکا پڑے۔ پھر یہ دوسری نہر پر جائیں گے گویا کہ ان سے کہہ دیا گیا ہو۔ اس میں سے پانی پئیں گے جن سے تمام گھن کی چیزوں سے پاک صاف ہو جائیں گے۔ جنت کے فرشتے انہیں سلام کریں گے' مبارکباد پیش کریں گے اور انہیں جنت میں جانے کے لئے کہیں گے۔ ہر ایک کے پاس اس کے غلمان آئیں گے اور خوشی خوشی ان پر قربان ہوں گے اور کہیں گے آپ خوش ہو جایئے' اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے طرح طرح کی نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں' ان میں سے کچھ بھاگے دوڑے جائیں گے اور جو حوریں اس جنتی کے لئے مخصوص ہیں' ان سے کہیں گے' لو مبارک ہو' فلاں صاحب آ گئے۔ نام سنتے ہی خوش ہو کر وہ پوچھیں گی کہ کیا تم نے خود انہیں دیکھا ہے؟ وہ کہیں گے' ہاں ہم اپنی آنکھوں دیکھ کر آ رہے ہیں۔ یہ مارے خوشی کے دروازے پر آ کھڑی ہوں گی۔ جنتی جب اپنے محل میں آئے گا تو دیکھے گا کہ گدے برابر برابر لگے ہوئے ہیں۔ اور آب خورے رکھے ہوئے ہیں اور قالین بچھے ہوئے ہیں۔ اس فرش کو ملاحظہ فرما کر اب جو دیواروں کی طرف نظر کرے گا تو وہ سرخ و سبز اور زرد و سفید اور قسم قسم کے موتیوں کی بنی ہوئی ہوں گی۔ پھر چھت کی طرف نگاہ اٹھائے گا تو وہ اس قدر شفاف اور مصفا ہو گی کہ نور کی طرح چمک دمک رہی ہو گی۔ اگر اللہ اسے برقرار نہ رکھے تو اس کی روشنی آنکھوں کی روشنی کو بجھا دے۔ پھر اپنی بیویوں پر یعنی جنتی حوروں پر محبت بھری نگاہ ڈالے گا۔ پھر اپنے تختوں میں سے جس پر اس کا جی چاہے بیٹھے گا اور کہے گا' اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت کی۔

اگر اللہ ہمیں یہ راہ نہ دکھاتا تو ہم تو ہرگز اسے تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ اور حدیث میں ہے' حضورؐ نے فرمایا' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' جب یہ اپنی قبروں سے نکلیں گے' ان کا استقبال کیا جائے گا۔ ان کے لئے پروں والی اونٹنیاں لائی جائیں گی جن پر سونے کے کجاوے ہوں گے۔ ان کی جوتیوں کے تسمے تک نور سے چمک رہے ہوں گے۔ یہ اونٹنیاں ایک ایک قدم اس قدر دور رکھتی ہیں جہاں تک انسان کی نگاہ جا سکتی ہے۔ یہ ایک درخت کے پاس پہنچیں گے جس کے نیچے سے نہریں نکلتی ہیں۔ ایک کا پانی یہ پئیں گے جس سے ان کے پیٹ کی تمام فضولیات اور میل کچیل دھل جائے گا۔ دوسری نہر سے یہ غسل کریں گے۔ پھر ہمیشہ تک ان کے بدن میلے نہ ہوں گے۔ ان کے بال پراگندہ نہ ہوں گے اور ان کے جسم اور چہرے بارونق رہیں گے۔ اب یہ جنت کے دروازوں پر آئیں گے۔

دیکھیں گے کہ ایک کنڈا سرخ یاقوت کا ہے جو سونے کی تختی پر آویزاں ہے۔ یہ اسے ہلائیں گے تو ایک عجیب سریلی اور موسیقی صدا پیدا ہو گی' اسے سنتے ہی حور جان لے گی کہ اس کے خاوند آ گئے' یہ داروغے کو حکم کریں گی کہ جاؤ دروازہ کھولو' وہ دروازہ کھول دے گا۔ یہ اندر قدم رکھتے ہی اس داروغے کی نورانی شکل دیکھ کر سجدے میں گر پڑے گا لیکن وہ اسے روک لے گا اور کہے گا' اپنا سر اٹھا' میں تو تیرا ماتحت ہوں۔ اور اسے اپنے ساتھ لے چلے گا۔

جب یہ اس در دیاقوت کے خیمے کے پاس پہنچے گا جہاں اس کی حور ہے' وہ بے تابانہ دوڑ کر خیمے سے باہر آ جائے گی اور بغل گیر ہو کر کہے گی' تم میرے محبوب ہو اور میں تمہاری چاہنے والی ہوں' میں یہاں ہمیشہ رہنے والی ہوں' مروں گی نہیں۔ میں نعمتوں والی ہوں' فقرو محتاجی سے دور ہوں۔ میں آپ سے ہمیشہ راضی خوشی رہوں گی' کبھی ناراض نہیں ہوں گی۔ میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر رہنے والی ہوں۔ کبھی ادھر ادھر نہیں ہٹوں گی۔ پھر یہ گھر میں جائے گا جس کی چھت فرش سے ایک لاکھ ہاتھ بلند ہو گی۔ اس کی کل دیواریں قسم قسم کے اور رنگ برنگ کے موتیوں کی ہوں گی۔ اس گھر میں ستر تخت ہوں گے اور ہر تخت پر ستر ستر چھولداریاں ہوں گی اور ان میں سے ہر بستر پر ستر حوریں ہوں گی۔ ہر حور پر ستر جوڑے ہوں گے اور ان سب حلوں کے نیچے سے ان کی پنڈلی کا گودا نظر آتا ہو گا۔ ان کے ایک جماع کا اندازہ ایک پوری رات کا ہو گا۔ ان کے باغوں اور مکانوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن کا پانی کبھی بدبودار نہیں ہوتا' صاف شفاف موتی جیسا پانی ہے اور دودھ کی نہریں ہوں گی جن کا مزہ کبھی نہیں بدلتا۔ جو دودھ کسی جانور کے تھن سے نہیں نکلا۔ اور شراب کی نہریں ہوں گی جو نہایت لذیذ ہو گا۔ جو کسی انسانی ہاتھوں کا بنایا ہوا نہیں۔ اور خالص شہد کی نہریں ہوں گی جو مکھیوں کے پیٹ سے حاصل شدہ نہیں۔ قسم قسم کے میووں سے لدے ہوئے درخت اس کے چاروں طرف ہوں گے جن کا پھل ان کی طرف جھکا ہوا ہو گا۔ یہ کھڑے کھڑے پھل لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں۔ اگر یہ بیٹھے بیٹھے پھل توڑنا چاہیں تو شاخیں اتنی جھک جائیں گی کہ یہ توڑ لیں۔ اگر یہ لیٹے لیٹے پھل لینا چاہیں تو شاخیں اتنی جھک جائیں۔ پھر آپ نے آیت وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا الخ پڑھی یعنی ان جنتی درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے میوے بہت قریب کر دیئے جائیں گے۔ یہ کھانا کھانے کی خواہش کریں گے تو سفید رنگ یا سبز رنگ پرند ان کے پاس آ کر اپنا پر اونچا کر دیں گے۔ جس قسم کا اس کے پہلو کا گوشت چاہیں' کھائیں گے۔ پھر وہ زندہ کا زندہ جیسا تھا' ویسا ہی ہو کر اڑ جائے گا۔ فرشتے ان کے پاس آئیں گے' سلام کریں گے اور کہیں گے کہ یہ جنتیں ہیں جن کے تم اپنے اعمال کے باعث وارث بنائے گئے ہو۔ اگر کسی حور کا ایک بال زمین پر آ جائے تو وہ اپنی چمک سے اور اپنی سیاہی سے نور کو روشن کرے اور سیاہی نمایاں رہے۔ یہ حدیث غریب ہے گو کہ یہ مرسل ہے۔ واللہ اعلم۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور تو فرشتوں کو اللہ کے عرش کے ارد گرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہوئے دیکھے گا اور سب میں آپس میں انصاف کا فیصلہ کیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ ساری خوبی اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے ○

قیامت کے دن انصاف کے ساتھ فیصلہ ہو گا: ☆☆ (آیت: ۷۵) جبکہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت اور اہل جہنم کا فیصلہ سنا دیا اور انہیں

ان کے ٹھکانے پہنچائے جانے کا حال بھی بیان کر دیا۔ اور اس میں اپنے عدل وانصاف کا ثبوت بھی دے دیا' تو اس آیت میں فرمایا کہ قیامت کے روز اس وقت تو دیکھے گا کہ فرشتے اللہ کے عرش کے چاروں طرف کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح' بزرگی اور بڑائی بیان کر رہے ہوں گے۔ ساری مخلوق میں عدل وحق کے ساتھ فیصلے ہو چکے ہوں گے۔ اس سراسر عدل اور بالکل رحم والے فیصلوں پر کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی ثناخوانی کرنے لگے گا اور جاندار چیز سے آواز آئے گی کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ چونکہ اس وقت ہر اک تر وخشک چیز اللہ کی حمد بیان کرے گی' اس لئے یہاں مجہول کا صیغہ لا کر فاعل کو عام کر دیا گیا۔

حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' خلق کی پیدائش کی ابتداء بھی حمد سے ہے۔ فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور مخلوق کی انتہا بھی حمد سے ہے۔ فرماتا ہے وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

الحمد للہ سورۂ زمر کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ مومن

بعض سلف کا قول ہے کہ جن سورتوں کی ابتداء حٰمٓ سے ہے' انہیں حوامیم کہنا مکروہ ہے۔ ال حٰمٓ کہا جائے۔ حضرت محمد بن سیرین بھی یہی کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں' ال حم قرآن کا دیباچہ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' ہر چیز کا دروازہ ہوتا ہے اور قرآن کریم کا دروازہ ال حم ہے یا فرمایا حوامیم ہیں۔ حضرت مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں' ان سورتوں کو عرائس کہا جاتا تھا۔ عروس دلہن کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کی مثال اس شخص جیسی ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے کسی اچھی منزل کی تلاش میں نکلا تو ایک جگہ ایسی ہے جہاں گویا ابھی ابھی بارش برس چکی ہے۔ یہ ذرا ہی کچھ آگے بڑھا ہو گا کہ دیکھتا ہے کہ تر وتازہ لہلہاتے ہوئے چند چمن ہیں۔ یہ پہلے تر زمین کو دیکھ کر ہی تعجب میں تھا۔ اب تو اس کا تعجب اور بڑھ گیا۔ اس سے کہا گیا کہ پہلے کی مثال تو قرآن کریم کی عظمت کی مثال ہے اور ان باغیچوں کی مثال ایسی ہے جیسے قرآن میں حٰمٓ والی سورتیں (بغوی) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' ہر چیز کا دروازہ ہوتا ہے اور قرآن کا دروازہ یہی حم والی سورتیں ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں' جب میں تلاوت کرتا ہوا حٰمٓ والی سورتوں پر پہنچتا ہوں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا میں ہرے بھرے پھلے پھولے باغوں کی سیر کر رہا ہوں۔ ایک شخص نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد بناتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا کہ میں اسے حم والی سورتوں کے لئے بنا رہا ہوں۔ ممکن ہے یہ مسجد وہ ہو جو دمشق کے قلعہ کے اندر ہے اور آپ ہی کے نام سے منسوب ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی حفاظت حضرت ابوالدرداءؓ کی نیک نیتی کی اور جس وجہ سے یہ مسجد بنائی گئی تھی' اس کی برکت کے باعث ہو۔ اس کلام میں دشمنوں پر فتح وظفر کی دلیل بھی ہے۔ جیسے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے بعض جہادوں میں اپنے لشکر سے فرما دیا تھا کہ اگر رات کو تم اچانک حملہ کرو تو تمہاری پہچان کے خاص الفاظ حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ ہیں۔ ایک روایت میں تُنْصَرُوْنَ ہے۔ مسند بزار میں ہے' جس نے آیت الکرسی اور سورۂ حم المومن کا ابتدائی حصہ پڑھا' وہ سارے دن کی برائی سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور اس کے ایک راوی پر کچھ جرح بھی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٢﴾

بے حد رحم والے بیشمار رحمت والے سچے معبود کے نام سے شروع

اس کتاب کا نازل فرمانا اس اللہ کی طرف سے ہے جو غالب اور دانا ہے ○

(آیت: ۱-۲) سورتوں کے اول میں حم وغیرہ جیسے جو حروف آئے ہیں' ان کی پوری بحث سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر آئے ہیں جس کے اعادہ کی اب چنداں ضرورت نہیں۔ بعض کہتے ہیں حم اللہ کا ایک نام ہے اور اس کی شہادت میں وہ یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

يُذَكِّرُنِي حٰمٓ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ فَهَلَّا تَلَا حٰمٓ قَبْلَ التَّقَدُّمِ

یعنی یہ مجھے حٰمٓ یاد دلاتا ہے جب کہ نیزہ تن چکا۔ پھر اس سے پہلے ہی اس نے حٰمٓ کیوں نہ کہہ دیا۔

غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

گناہ کا بخشنے والا' توبہ کا قبول فرمانے والا' سخت عذاب والا' انعام وقدرت والا' جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں' اسی کی طرف واپس لوٹنا ہے ○

ابوداؤد اور ترمذی کی حدیث میں وارد ہے کہ اگر تم پر شب خون مارا جائے تو حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ کہنا اس کی سند صحیح ہے۔ ابوعبید کہتے ہیں مجھے یہ پسند ہے کہ اس حدیث کو یوں روایت کی جائے کہ آپ نے فرمایا' تم کہو حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْا یعنی نون کے بغیر' تو گویا ان کے نزدیک لَا يُنْصَرُوْا جزا ہے فقولوا کی یعنی جب تم یہ کہو گے' تم مغلوب نہیں ہو گے تو قول صرف حم رہا۔ یہ کتاب یعنی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ ہے جو عزت وعلم والا ہے' جس کی جناب ہر بے ادبی سے پاک ہے اور جس پر کوئی ذرہ بھی مخفی نہیں گو وہ کتنے ہی پردوں میں ہو۔ وہ گناہوں کی بخشش کرنے والا اور جو اس کی طرف جھکے' اس کی جانب مائل ہونے والا ہے اور جو اس سے بے پرواہی کرے' اس کے سامنے سرکشی اور تکبر کرے اور دنیا کو پسند کر کے آخرت سے بے رغبت ہو جائے' اللہ کی فرماں برداری کو چھوڑ دے' اسے وہ سخت ترین عذاب اور بدترین سزائیں دینے والا ہے۔ جیسے فرمان ہے نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ یعنی میرے بندوں کو آگاہ کر دو کہ میں بخشنے والا اور مہربانیاں کرنے والا بھی ہوں اور میرے عذاب بھی بڑے دردناک ہیں۔ اور بھی اس قسم کی آیتیں قرآن کریم میں بہت سی ہیں جن میں رحم وکرم کے ساتھ عذاب وسزا کا بیان بھی ہے تاکہ بندہ خوف وامید کی حالت میں رہے۔ وہ وسعت وغنا والا ہے۔ وہ بہت بہتری والا ہے۔ بڑے احسانوں' زبردست نعمتوں اور رحمتوں والا ہے۔ بندوں پر اس کے انعام' احسان اس قدر ہیں کہ کوئی انہیں شمار بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ اس کا شکر ادا کر سکے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی ایک نعمت کا بھی پورا شکر کسی سے ادا نہیں ہو سکتا۔ اس جیسا کوئی نہیں' اس کی ایک صفت بھی کسی میں نہیں' اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں نہ اس کے سوا کوئی کسی کی پرورش کرنے والا ہے۔ اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق جزا سزا دے گا۔ اور بہت جلد حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص آ کر مسئلہ پوچھتا ہے کہ میں نے کسی کو قتل کر دیا ہے۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے شروع سورت کی دو آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا' ناامید نہ ہو اور نیک عمل کئے جا۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت عمرؓ کے پاس ایک شامی کبھی کبھی آیا کرتا تھا اور تھا ذرا ایسا ہی آدمی' ایک مرتبہ لمبی مدت تک وہ آیا ہی نہیں تو امیر المومنین نے

لوگوں سے اس کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا' اس نے بہ کثرت شراب پینا شروع کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے کاتب کو بلوا کر کہا' لکھو یہ خط ہے عمر بن خطاب کی طرف سے فلاں بن فلاں کی طرف۔ بعد از سلام علیک میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریفیں کرتا ہوں جس کے ساتھ کوئی معبود نہیں۔ جو گناہوں کو بخشنے والا' توبہ کو قبول کرنے والا' سخت عذاب والا' بڑے احسان والا ہے' جس کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ یہ خط اس کی طرف بھجوا کر آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا' اپنے بھائی کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو متوجہ کر دے اور اس کی توبہ قبول فرمائے جب اس شخص کو حضرت عمرؓ کا خط ملا تو اس نے اسے بار بار پڑھنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی سزا سے ڈرایا بھی ہے اور اپنی رحمت کی امید دلا کر گناہوں کی بخشش کا وعدہ بھی کیا ہے۔ کئی کئی مرتبہ اسے پڑھ کر رو دیئے۔ پھر توبہ کی اور سچی پکی توبہ کی۔ جب حضرت فاروق اعظمؓ کو یہ پتہ چلا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا' اسی طرح کیا کرو۔ جب تم دیکھو کہ کوئی مسلمان بھائی لغزش کھا گیا تو اسے سیدھا کرو اور مضبوط کرو اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ شیطان کے مددگار نہ بنو۔ حضرت ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ میں حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوفے کے گردونواح میں تھا۔ میں نے ایک باغ میں جا کر دو رکعت نماز شروع کی اور اس سورۂ مومن کی تلاوت کرنے لگا۔ میں ابھی اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ تک پہنچا ہی تھا کہ ایک شخص نے جو میرے پیچھے سفید خچر پر سوار تھا جس پر یمنی چادریں تھیں' مجھ سے کہا جب غَافِرِ الذَّنْبِ پڑھو تو کہو یَاغَافِرَ الذَّنْبِ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِی اور جب قَابِلِ التَّوْبِ پڑھو تو کہو یَا شَدِیْدَ الْعِقَابِ لَا تُعَاقِبْنِیْ۔

حضرت مصعبؒ فرماتے ہیں میں نے گوشہ چشم سے دیکھا' تو مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ فارغ ہو کر میں دروازے پر پہنچا' وہاں جو لوگ بیٹھے تھے' ان سے میں نے پوچھا کہ کیا کوئی شخص تمہارے پاس سے گزرا جس پر یمنی چادریں تھیں۔ انہوں نے کہا' نہیں۔ ہم نے کسی کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔ اب لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ یہ حضرت الیاسؑ تھے۔ یہ روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے اور اس میں حضرت الیاسؑ کا ذکر نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿٤﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٥﴾ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿٦﴾

اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں وہی لوگ جھگڑے نکالتے ہیں جو کافر ہیں۔ پس ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈالے ○ قوم نوحؑ نے اور ان کے بعد کی دوسری جماعتوں نے بھی جھٹلایا تھا اور ہر امت نے اپنے رسول کو گرفتار کر لینے کا ارادہ کیا اور بیہودہ شبہات نکال کر ان سے حق کو بگاڑنا چاہا۔ پس میں نے انہیں پکڑ لیا۔ سو میری طرف سے کیسی سزا ہوئی ○ اور اسی طرح تیرے رب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا کہ وہ دوزخی ہیں ○

انبیاء کی تکذیب کافروں کا شیوہ ہے: ☆☆ (آیت: ۴-۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حق کے ظاہر ہو چکنے کے بعد اسے نہ ماننا اور اس میں

نقصانات پیدا کرنے کی کوشش کرنا کافروں کا ہی کام ہے۔ یہ لوگ اگر مال دار اور ذی عزت ہوں تو تو کسی دھوکے میں نہ پڑ جانا کہ اگر یہ اللہ کے نزدیک برے ہوتے تو اللہ انہیں اپنی یہ نعمتیں کیوں عطا فرماتا؟ جیسے اور جگہ ہے' کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہ تو کچھ یونہی سا فائدہ ہے۔ آخری انجام تو ان کا جہنم ہے جو بدترین جگہ ہے۔ ایک اور آیت میں ارشاد ہے' ہم انہیں بہت کم فائدہ دے رہے ہیں۔ بالآخر انہیں سخت عذاب کی طرف بے بس کر دیں گے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبیؐ کو تسلی دیتا ہے کہ لوگوں کی تکذیب کی وجہ سے گھبرائیں نہیں۔ اپنے سے اگلے انبیاء کے حالات کو دیکھیں کہ انہیں بھی جھٹلایا گیا اور ان پر ایمان لانے والوں کی بھی بہت کم تعداد تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام جو بنی آدم میں سب سے پہلے رسول ہو کر آئے جبکہ لوگوں میں اول اول بت پرستی شروع ہوئی تو ان لوگوں نے انہیں بھی جھٹلایا اور ان کے بعد بھی جتنے انبیاء آئے' انہیں ان کی امت جھٹلاتی رہی بلکہ سب نے اپنے اپنے زمانے کے نبی کو قید کرنا اور مار ڈالنا چاہا اور بعض بعض اس میں کامیاب بھی ہوئے اور اپنے شبہات سے اور باطل سے حق کو حقیر کرنا چاہا۔

طبرانی میں فرمان رسولؐ ہے کہ جس نے باطل کی مدد کی تاکہ حق کو کمزور کرے' اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ بری الذمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میں نے ان باطل والوں کو پکڑ لیا اور ان کے ان زبردست گناہوں اور بدترین سرکشیوں کی بنا پر انہیں ہلاک کر دیا۔ اب تم ہی بتلاؤ کہ میرے عذاب ان پر کیسے کچھ ہوئے؟ یعنی بہت سخت' نہایت تکلیف دہ اور الم ناک' جس طرح ان پر ان کے اس ناپاک عمل کی وجہ سے میرے عذاب اتر پڑے' اسی طرح اب اس امت میں سے جو اس آخری رسولؐ کی تکذیب کرتے ہیں' ان پر بھی میرے ایسے ہی عذاب نازل ہونے والے ہیں۔ یہ گو نبیوں کو سچا مانیں لیکن جب تک تیری نبوت کے قائل نہ ہوں' ان کی سچائی مردود ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۷﴾

عرش کے اٹھانے والے اور اس کے آس پاس کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے۔ پس تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں۔ تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچالے ○

اللہ کی بزرگی اور پاکی بیان کرنے پر مامور فرشتے: ☆☆ (آیت: ۷) عرش کو اٹھانے والے فرشتے اور اس کے آس پاس کے تمام بہترین بزرگ فرشتے ایک طرف تو اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں' تمام عیوب اور کل کمیوں اور برائیوں سے اسے دور بتاتے ہیں' دوسری جانب اسے تمام ستائشوں اور تعریفوں کے قابل مان کر اس کی حمد بجا لاتے ہیں۔ غرض جو اللہ میں نہیں' اس کا انکار کرتے ہیں اور جو صفتیں اس میں ہیں' انہیں ثابت کرتے ہیں۔ اس پر ایمان ویقین رکھتے ہیں۔ اس سے پستی اور عاجزی ظاہر کرتے ہیں اور کل ایمان دار مردوں عورتوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ زمین والوں کا ایمان اللہ تعالیٰ پر اسے دیکھے بغیر تھا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب فرشتے ان کے گناہوں کی معافی طلب کرنے کے لئے مقرر کر دیئے جو ان کے بن دیکھے ہر وقت ان کی تقصیروں کی معافی طلب کیا کرتے ہیں۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لئے اس کی غیر حاضری میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ اس کی دعا پر آمین کہتا ہے اور اس کے لئے دعا کرتا ہے کہ اللہ تجھے بھی یہی دے جو تو اس مسلمان کے لئے اللہ سے مانگ رہا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ امیہ بن صلت کے بعض اشعار کی رسول اللہ ﷺ نے تصدیق کی جیسے یہ شعر ہے ؎

زُحَلٌ وَّ ثَوْرٌ تحتَ رِجلِ یَمِیْنِهٖ   وَالنَّسْرُ لِلْاُخْرٰی وَلَیْثٌ مِرصَدٌ

یعنی حاملان عرش چار فرشتے ہیں۔ دو ایک طرف' دو دوسری طرف۔ آپ نے فرمایا سچ ہے۔ پھر اس نے کہا ؎

وَالشَّمْسُ تَطْلَعُ کُلَّ اٰخِرِ لَیْلَةٍ   حَمْرَآءَ یُصْبِحُ لَوْنُهَا یَتَوَرَّدُ

تَاْبٰی فَمَا تَطْلَعُ لَنَا فِیْ رِسْلِهَا   اِلَّا مُعَذَّبَةٌ وَّ اِلَّا تُجْلَدُ

یعنی سورج سرخ رنگ طلوع ہوتا ہے۔ پھر گلابی ہو جاتا ہے' اپنی ہیئت میں کبھی صاف ظاہر نہیں ہوتا بلکہ روکھا پھیکا ہی رہتا ہے' آپ نے فرمایا سچ ہے۔ اس کی سند بہت پختہ ہے اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت حاملان عرش چار فرشتے ہیں' ہاں قیامت کے دن عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ ہاں اس آیت کے مطلب اور اس حدیث کے استدلال میں ایک سوال رہ جاتا ہے کہ ابو داؤد کی ایک حدیث میں ہے کہ بطحا میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کی ایک جماعت سے ایک ابر کو گزرتے ہوئے دیکھ کر سوال کیا کہ اس کا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا سحاب۔ آپ نے فرمایا اور اسے مزن بھی کہتے ہیں؟ کہا ہاں! فرمایا عنان بھی؟

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۸ وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝۹

اے ہمارے رب تو انہیں ہمیشگی والی جنتوں میں لے جا جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی ان سب کو جو نیک عمل ہیں۔ یقیناً تو تو غالب و باحکمت ہے ○ انہیں برائیوں سے بھی محفوظ رکھ۔ حق تو یہ ہے کہ اس دن تو نے جسے برائیوں سے بچا لیا' اس پر تو نے رحمت کر دی' بہت بڑی مطلب یابی تو یہی ہے ○

عرض کیا ہاں! پوچھا جانتے ہو' آسمان و زمین میں کس قدر فاصلہ ہے؟ صحابہؓ نے کہا نہیں' فرمایا اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کا راستہ۔ پھر اس کے اوپر کا آسمان بھی پہلے آسمان سے اتنے ہی فاصلے پر' اسی طرح ساتوں آسمان۔ ساتویں آسمان پر ایک سمندر ہے جس کی اتنی ہی گہرائی ہے۔ پھر اس پر آٹھ فرشتے پہاڑی بکروں کی صورت کے ہیں جن کے کھر سے گھٹنے کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے۔ ان کی پشت پر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے جس کی اونچائی بھی اسی قدر ہے۔ پھر اس کے اوپر الٰہی تبارک و تعالیٰ ہے۔ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذیؒ اسے غریب بتاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرش اللہ اس وقت آٹھ فرشتوں کے اوپر ہے۔ حضرت شہر بن حوشب کا فرمان ہے کہ حاملان عرش آٹھ ہیں جن میں سے چار کی تسبیح تو یہ ہے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰی حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ یعنی اے باری تعالیٰ تیری

پاک ذات ہی کے لئے ہر طرح کی حمد وثنا ہے کہ تو باوجود علم کے پھر بردباری اور حلم کرتا ہے اور دوسرے چار کی تسبیح یہ ہے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ یعنی اے اللہ باوجود قدرت کے تو جو معافی اور درگزر کرتا رہتا ہے اس پر ہم تیری پاکیزگی اور تیری تعریف بیان کرتے ہیں۔ اسی لئے مومنوں کے استغفار میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ الٰہی تیری رحمت وعلم نے ہر چیز کو اپنی وسعت وکشادگی میں لے لیا ہے۔

بنی آدم کے تمام گناہ ان کی کل خطاؤں پر تیری رحمت چھائے ہوئے ہے اسی طرح تیرا علم بھی ان کے جملہ اقوال وافعال کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ ان کی کل حرکات وسکنات سے تو بخوبی واقف ہے۔ پس تو ان کے برے لوگوں کو جب وہ توبہ کریں اور تیری طرف جھکیں اور گناہوں سے باز آجائیں اور تیرے احکام کی تعمیل کریں نیکیاں کریں بدیاں چھوڑیں بخش دے اور انہیں جہنم کے دردناک گھبراہٹ والے عذابوں سے نجات دے۔ انہیں مع ان کے والدین بیویوں اور بچوں کے جنت میں لے جا تاکہ ان کی آنکھیں ہر طرح ٹھنڈی رہیں۔ گو ان کے اعمال ان جتنے نہ ہوں تاہم تو ان کے درجات بڑھا کر اونچے درجے میں پہنچا دے۔ جیسے باری تعالیٰ عز اسمہ کا فرمان عالی شان ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ الخ یعنی جو لوگ ایمان لائیں اور ان کے ایمان کی اتباع ان کی اولاد بھی کرے ہم ان کی اولاد کو بھی ان سے ملا دیں گے اور ان کا کوئی عمل کم نہ کریں گے۔ درجے میں سب کو برابری دیں گے تاکہ دونوں جانب کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ اور پھر یہ نہ کریں گے کہ درجوں میں بڑھے ہوؤں کو نیچا کر دیں نہیں۔ بلکہ نیچے والوں کو صرف اپنی رحمت واحسان کے ساتھ اونچا کر دیں گے۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں مومن جنت میں جا کر پوچھے گا کہ میرا باپ میرے بھائی میری اولاد کہاں ہے؟ جواب ملے گا کہ ان کی نیکیاں اتنی نہ تھیں کہ وہ اس درجے میں پہنچتے یہ کہے گا میں نے تو اپنے لئے اور ان سب کے لئے عمل کئے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ان کے درجے میں پہنچا دے گا۔ پھر آپ نے اسی آیت رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ الخ کی تلاوت فرمائی۔

حضرت مطرف بن عبداللہ کا فرمان ہے کہ ایمانداروں کی خیرخواہی فرشتے بھی کرتے ہیں۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ اور شیاطین ان کی بدخواہی کرتے ہیں۔ تو ایسا غالب ہے جس پر کوئی غالب نہیں اور جسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جو تو چاہتا ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہو سکتا۔ تو اپنے اقوال وافعال شریعت وتقدیر میں حکمت والا ہے تو انہیں برائیوں کے کرنے سے دنیا میں اور ان کے وبال سے دونوں جہان میں محفوظ رکھ قیامت کے دن رحمت والا وہی شمار ہو سکتا ہے جسے تو اپنی سزا سے اور اپنے عذاب سے بچا لے۔ حقیقتاً بڑی کامیابی پوری مقصد دری اور ظفریابی یہی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ

مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا' انہیں یہ آواز دی جائے گی کہ یقیناً اللہ کا تم سے بیزار ہونا تھا بہت زیادہ اس سے جو تم بیزار ہوتے ہو اپنے جی سے۔ جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے' پھر کفر کرنے لگتے تھے ○ وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو نے ہمیں دوبار مارڈالا اور دوبار ہی جلایا۔ اب ہم اپنے گناہوں کے اقراری ہیں تو کیا اب کوئی راہ نکلنے کی بھی ہے؟ ○ یہ عذاب تمہیں اس لئے ہے کہ جب صرف اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا تھا تو تم انکار کر جاتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے۔ پس اب فرمان وحکومت الٰہی بلند وبزرگ ہی کی ہے ○ وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے روزی اتارتا ہے۔ نصیحت تو صرف وہی حاصل کرتے ہیں جو جھکتے رہتے ہیں ○ تم اللہ کو پکارتے رہو۔ اس کے لئے دین کو خالص کرکے گو کافر برا مانیں ○

کفار کی دوبارہ زندگی کی لاحاصل آرزو: ☆☆ (آیت: ۱۰-۱۴) قیامت کے دن جبکہ کافر آگ کے کنوؤں میں ہوں گے اور اللہ کے عذابوں کو چکھ چکے ہوں گے اور تمام ہونے والے عذاب نگاہوں کے سامنے ہوں گے' اس وقت خود اپنے نفس کے دشمن بن جائیں گے اور بہت سخت دشمن ہو جائیں گے۔ کیونکہ اپنے برے اعمال کے باعث جہنم واصل ہوں گے۔ اس وقت فرشتے ان سے بہ آواز بلند کہیں گے کہ آج جس قدر تم اپنے آپ سے نالاں ہو اور جتنی دشمنی تمہیں خود اپنی ذات سے ہے اور جس قدر تم آج اپنے تئیں کہہ رہے ہو' اس سے بہت زیادہ برے اللہ کے نزدیک تم دنیا میں تھے جبکہ تمہیں اسلام وایمان کی دعوت دی جاتی تھی اور تم اسے مانتے نہ تھے' اس کے بعد کی آیت كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ کے ہے۔

سدیؒ فرماتے ہیں' یہ دنیا میں مارڈالے گئے۔ پھر قبروں میں زندہ کئے گئے اور جواب سوال کے بعد مارڈالے گئے۔ پھر قیامت کے دن زندہ کردیئے گئے۔ ابن زیدؒ فرماتے ہیں' حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے روز میثاق کو زندہ کئے گئے پھر ماں کے پیٹ میں روح پھونکی گئی' پھر موت آئی' پھر قیامت کے دن جی اٹھے۔ لیکن یہ دونوں قول ٹھیک نہیں اس لئے کہ اس طرح تین موتیں اور تین حیاتیں لازم آتی ہیں اور آیت میں دو موت اور دو زندگی کا ذکر ہے۔ صحیح قول حضرت ابن مسعودؓ' حضرت ابن عباسؓ اور ان کے ساتھیوں کا ہے۔ (یعنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کی ایک زندگی اور قیامت کی دوسری زندگی' پیدائش دنیا سے پہلے کی موت اور دنیا سے رخصت ہونے کی موت یہ دو موتیں اور دو زندگیاں مراد ہیں) مقصود یہ ہے کہ اس دن کفار اللہ تعالیٰ سے قیامت کے میدان میں آرزو کریں گے کہ اب انہیں دنیا میں ایک مرتبہ اور بھیج دیا جائے۔

جیسے فرمان ہے وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ الخ تو دیکھے گا کہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سرنگوں ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ اللہ ہم نے دیکھ سن لیا' اب تو ہمیں پھر دنیا میں بھیج دے تو نیکیاں کریں گے اور ایمان لائیں گے۔ لیکن ان کی یہ آرزو قبول نہ فرمائی جائے گی۔ پھر جب عذاب وسزا کو' جہنم اور اس کی آگ کو دیکھیں گے اور جہنم کے کنارے پہنچادیئے جائیں گے تو دوبارہ یہی درخواست کریں گے اور پہلی دفعہ سے زیادہ زور دے کر کہیں گے جیسے ارشاد ہے وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ یعنی کاش کہ تو دیکھتا جبکہ وہ جہنم کے پاس ٹھہرادیئے گئے ہوں گے' کہیں گے کاش کہ ہم دنیا کی طرف لوٹائے جاتے اور اپنے رب کی باتوں کو نہ جھٹلاتے اور باایمان ہوتے' بلکہ ان کے لئے وہ ظاہر ہو گیا جو اس سے پہلے وہ چھپا رہے تھے۔

اور بالفرض یہ واپس لوٹائے بھی جائیں تو بھی دوبارہ یہ وہی کرنے لگیں گے جس سے منع کئے گئے ہیں۔ یہ ہیں ہی جھوٹے۔ اس کے

بعد جب انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور عذاب شروع ہو جائیں گے اس وقت اور زیادہ زوردار الفاظ میں یہی آرزو کریں گے۔ وہاں چیختے چلاتے ہوئے کہیں گے رَبَّنَآ اَخْرِجْنا نَعْمَلْ صَالِحًا الخ اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نکال دے ہم نیک اعمال کرتے رہیں گے ان کے خلاف جواب تک کرتے رہے جواب ملے گا کہ کیا ہم نے انہیں اتنی عمر اور مہلت نہ دی تھی کہ اگر یہ نصیحت حاصل کرنے والے ہوتے تو یقیناً کر سکتے۔ بلکہ تمہارے پاس ہم نے آگاہ کرنے والے بھی بھیج دیئے تھے۔ اب اپنے کرتوت کا مزہ چکھو۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ کہیں گے کہ اللہ ہمیں یہاں سے نکال دے۔ اگر ہم پھر وہی کریں تو یقیناً ہم ظالم ٹھہریں گے۔ اللہ فرمائے گا دور ہو جاؤ اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔

اس آیت میں ان لوگوں نے اپنے سوال سے پہلے ایک مقدمہ قائم کر کے سوال میں ایک گونہ لطافت کر دی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو بیان کیا کہ باری تعالیٰ ہم مردہ تھے۔ تو نے ہمیں زندہ کر دیا۔ پھر مار ڈالا۔ پھر زندہ کر دیا۔ پھر تو ہر اس چیز پر جسے تو چاہے قادر ہے۔ ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے۔ یقیناً ہم نے اپنی جانوں پر ظلم وزیادتی کی۔ اب بچاؤ کی کوئی صورت بنا دے۔ یعنی ہمیں دنیا کی طرف پھر لوٹا دے جو یقیناً تیرے بس میں ہے۔ ہم وہاں جا کر اپنے پہلے اعمال کے خلاف اعمال کریں گے اب اگر ہم وہی کام کریں تو بیشک ہم ظالم ہیں۔ انہیں جواب دیا جائے گا کہ اب دوبارہ دنیا میں جانے کی کوئی راہ نہیں۔ اس لئے کہ اگر دوبارہ چلے بھی جاؤ گے تو پھر بھی وہی کرو گے جس سے منع کئے گئے۔ تم نے اپنے دل ہی ٹیڑھے کر لئے ہیں۔ تم اب بھی حق کو قبول نہ کرو گے بلکہ اس کے خلاف ہی کرو گے۔ تمہاری تو یہ حالت تھی کہ جہاں اللہ واحد کا ذکر آیا وہیں تمہارے دل میں کفر سمایا۔ ہاں اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے تو تمہیں یقین وایمان آ جاتا تھا۔ یہی حالت پھر تمہاری ہو جائے گی۔ دنیا میں اگر دوبارہ گئے تو پھر بھی یہی کرو گے۔

پس حاکم حقیقی جس کے حکم میں کوئی ظلم نہ ہو سراسر عدل وانصاف ہی ہو وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے نہ دے جس پر چاہے رحم کرے جسے چاہے عذاب کرے۔ اس کے حکم وعدل میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ اللہ اپنی قدرتیں لوگوں پر ظاہر کرتا ہے۔ زمین وآسمان میں اس کی توحید کی بیشمار نشانیاں موجود ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ سب کا خالق سب کا مالک سب کا پالنہار اور حفاظت کرنے والا وہی ہے۔ وہ آسمان سے روزی یعنی بارش نازل فرماتا ہے جس سے ہر قسم کے اناج کی کھیتیاں اور طرح طرح کے عجیب عجیب مزے کے مختلف رنگ روپ اور شکل وضع کے میوے اور پھل پھول پیدا ہوتے ہیں حالانکہ پانی ایک زمین ایک لہٰذا اس سے بھی اس کی شان ظاہر ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ عبرت ونصیحت فکر وغور کی توفیق ان ہی کو ہوتی ہے جو اللہ کی طرف رغبت ورجوع کرنے والے ہوں اب تم دعا اور عبادت خلوص کے ساتھ صرف اللہ واحد کی کیا کرو۔ مشرکین کے مذہب ومسلک سے الگ ہو جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر فرض نماز کے سلام کے بعد یہ پڑھتے تھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر نماز کے بعد انہیں پڑھا کرتے تھے۔ (مسند احمد) یہ حدیث مسلم ابوداؤد وغیرہ میں بھی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرو اور قبولیت کا یقین کامل رکھو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور دوسری طرف کے مشغول دل کی دعا نہیں سنتا۔

بلند درجوں والا' مالک عرش کا' وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے' اپنی وحی نازل فرماتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرا دے ○ جس دن سب لوگ ظاہر ہو جائیں گے' ان میں سے کوئی اللہ سے پوشیدہ نہ رہے گا۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ ○ فقط اللہ واحد و قہار کی۔ آج ہر نفس کو اس کی کرنی کا پھل دیا جائے گا۔ آج کسی قسم کا ظلم نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کر چکنے والا ہے ○

روز قیامت سب اللہ کے سامنے ہوں گے: ☆☆ (آیت: ۱۵-۱۷) اللہ تعالیٰ اپنی کبریائی اور عظمت اور اپنے عرش کی بڑائی اور وسعت بیان فرماتا ہے جو تمام مخلوق پر مثل چھت کے چھایا ہوا ہے۔ جیسے ارشاد ہے مِنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ الخ یعنی وہ عذاب اللہ کی طرف سے ہوگا جو سیڑھیوں والا ہے کہ فرشتے اور روح اس کے پاس چڑھ کر جاتے ہیں۔ ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ اور اس بات کا بیان ان شاء اللہ آگے آئے گا کہ یہ دوری ساتویں زمین سے لے کر عرش تک کی ہے' جیسے کہ سلف وخلف کی ایک جماعت کا قول ہے اور یہی راجح بھی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بہت سے مفسرین سے مروی ہے کہ عرش سرخ رنگ یاقوت کا ہے جس کے دو کناروں کی وسعت پچاس ہزار سال کی ہے اور جس کی اونچائی ساتویں زمین سے پچاس ہزار سال کی ہے۔ اور اس سے پہلے اس حدیث میں جس میں فرشتوں کا عرش اٹھانا بیان ہوا ہے' یہ بھی گزر چکا ہے کہ ساتوں آسمانوں سے بھی وہ بہت بلند اور بہت اونچا ہے' وہ جس پر چاہے وحی بھیجے۔ جیسے يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ الخ وہ فرشتوں کو وحی دے کر اپنے حکم سے جس کے پاس چاہتا ہے' بھیجتا ہے کہ تم لوگوں کو آگاہ کر دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ مجھ سے ڈرتے رہو۔ اور جگہ فرمان ہے اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الخ یعنی یہ قرآن تمام جہانوں کے رب کا اتارا ہوا ہے۔ جسے معتبر فرشتے نے تیرے دل پر اتارا ہے تاکہ تو ڈرانے والا بن جائے۔ یہاں بھی یہی فرمایا کہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرا دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' یہ بھی قیامت کا ایک نام ہے جس سے اللہ نے اپنے بندوں کو ڈرایا ہے جس میں حضرت آدمؑ خود اور ان کی اولاد میں سے سب سے آخری بچہ ایک دوسرے سے مل لے گا۔

ابن زیدؒ فرماتے ہیں' بندے اللہ سے ملیں گے۔ قتادہؒ فرماتے ہیں' آسمانوں والے اور زمین والے آپس میں ملاقات کریں گے۔ خالق ومخلوق' ظالم ومظلوم ملیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے سے ملاقات کرے گا۔ بلکہ عامل اور اس کا عمل بھی ملے گا۔ آج سب اللہ کے سامنے ہوں گے۔ بالکل ظاہر باہر ہوں گے' چھپنے کی تو کہاں' سائے کی جگہ بھی کوئی نہ ہوگی۔ سب اس کے آمنے سامنے موجود ہوں گے۔ اس دن خود اللہ فرمائے گا کہ آج بادشاہت کس کی ہے؟ کون ہوگا جو جواب تک دے؟ پھر خود ہی جواب دے گا کہ اللہ اکیلے کی جو ہمیشہ واحد' احد ہے اور سب پر غالب وحکمراں ہے۔

پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کو لپیٹ کر اپنے ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائے گا' میں بادشاہ ہوں' میں جبار

ہوں' متکبر ہوں- زمین کے بادشاہ اور جبار اور متکبر لوگ آج کہاں ہیں؟ صور کی حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل جب تمام مخلوق کی روح قبض کرلے گا اور اس وحدہ لاشریک لہ کے سوا اور کوئی باقی نہ رہے گا' اس وقت تین مرتبہ فرمائے گا' آج ملک کس کا ہے؟ پھر خود ہی جواب دے گا' اللہ اکیلے غالب کا- یعنی اس کا جو واحد ہے' اس کا جو ہر چیز پر غالب ہے' جس کی ملکیت میں ہر چیز ہے- ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے قائم ہونے کے وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ لوگو! قیامت آ گئی جسے مردے زندے سب سنیں گے- اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرمائے گا اور کہے گا' آج کس کے لئے ملک ہے- صرف اللہ اکیلے غلبہ والے کے لئے' پھر اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کا بیان ہو رہا ہے کہ ذرا سا بھی ظلم اس دن نہ ہوگا بلکہ نیکیاں دس دس گنی کر کے ملیں گی اور برائیاں اتنی ہی رکھی جائیں گی- صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ اے میرے بندو میں نے ظلم کرنا اپنے اوپر بھی حرام کرلیا ہے اور تم پر بھی حرام کر دیا ہے- پس تم میں سے کوئی کسی پر ظلم نہ کرے- آخر میں ہے اے میرے بندو' یہ تو تمہارے اپنے اعمال ہیں جن پر میں نگاہ رکھتا ہوں اور جن کا پورا بدلہ دوں گا- پس جو شخص بھلائی پائے' وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے سوا پائے' وہ اپنے تئیں ہی ملامت کرے- پھر اپنے جلد حساب لینے کو بیان فرمایا کہ ساری مخلوق سے حساب لینا اس پر ایسا ہے جیسے ایک شخص کا حساب لینا- جیسے ارشاد باری ہے مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ یعنی تم سب کا پیدا کرنا اور تم سب کو مرنے کے بعد زندہ کر دینا میرے نزدیک ایک شخص کے پیدا کرنے اور زندہ کر دینے کی مانند ہے- اور آیت میں ہے' اللہ عزوجل کا فرمان ہے وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ یعنی ہمارے حکم کے ساتھ ہی کام ہو جاتا ہے اتنی دیر میں جیسے کسی نے آنکھ بند کر کے کھول لی

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۚ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۖ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۗ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ ع ۱۱

انہیں بہت ہی قریب آنے والی قیامت سے آگاہ کر دے جبکہ دل حلق تک پہنچ جائیں گے اور سب خاموش ہوں گے' ظالموں کا نہ کوئی دلی دوست ہوگا نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے ○ وہ آنکھوں کی خیانت کو اور سینوں کی پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے ○ اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا' اللہ کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے رہتے ہیں وہ کسی چیز کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے' بے شک اللہ تعالیٰ خوب سنتا خوب دیکھتا ہے ○

اللہ علیم پر ہر چیز ظاہر ہے: ☆☆ ازفه (آیت:۱۸-۱۹) قیامت کا ایک نام ہے- اس لئے وہ بہت ہی قریب ہے جیسے فرمان ہے اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ الخ یعنی قریب آنے والی قریب ہو چکی ہے' جس کا کھولنے والا بجز اللہ کے کوئی نہیں- اور جگہ ارشاد ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ الخ قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا- اور فرمان ہے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا- اور فرمان ہے اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ اللہ کا امر آ چکا- اس میں جلدی نہ کرو- اور آیت میں ہے فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جب اسے قریب دیکھ لیں گے تو کافروں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے-

الغرض اسی نزدیکی کی وجہ سے قیامت کا نام اٰزِفَہ ہے- اس وقت کلیجے منہ کو آ جائیں گے- وہ خوف و ہراس ہوگا کہ کسی کا دل

ٹھکانے نہ رہے گا۔ سب پر غضب کا سناٹا ہوگا۔ کسی کے منہ سے کوئی بات نہ نکلے گی۔ کیا مجال کہ بے اجازت کوئی لب ہلا سکے۔ سب رو رہے ہوں گے اور حیران و پریشان ہوں گے۔ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے ان کا آج کوئی دوست غمگسار نہ ہوگا جو انہیں کام آئے۔ نہ شفا اور سفارشی ہوگا جو ان کی شفاعت کے لئے زبان ہلائے بلکہ ہر بھلائی کے اسباب کٹ چکے ہوں گے اس اللہ کا علم محیط کل ہے۔ تمام چھوٹی بڑی چھپی کھلی باریک موٹی اس پر یکساں ظاہر باہر ہیں اتنے بڑے علم والے سے جس سے کوئی چیز مخفی نہ ہو ہر شخص کو ڈرنا چاہیے اور کسی وقت یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ اس وقت وہ مجھ سے پوشیدہ ہے اور میرے حال کی اسے اطلاع نہیں۔ بلکہ ہر وقت یہ یقین کر کے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس کا علم میرے ساتھ ہے۔ اس کا لحاظ کرتا رہے اور اس کے روکے ہوئے کاموں سے رکا رہے۔ آنکھ جو خیانت کے لئے اٹھتی ہے گو بظاہر وہ امانت ظاہر کرے لیکن رب علیم پر وہ مخفی نہیں سینے کے جس گوشے میں جو خیال چھپا ہوا ہو اور دل میں جو بات پوشیدہ اٹھتی ہو اس کا اسے علم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس آیت سے مراد وہ شخص ہے جو مثلاً کسی گھر میں گیا وہاں کوئی خوبصورت عورت ہے یا وہ آجا رہی ہے یا تو یہ کنکھیوں سے اسے دیکھتا ہے۔ جہاں کسی کی نظر پڑی تو نگاہ پھیر لی اور جب موقعہ پایا آنکھ اٹھا کر دیکھ لیا۔ پس خائن آنکھ کی خیانت کو اور اس کے دل کے راز کو اللہ علیم خوب جانتا ہے کہ اس کے دل میں تو یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو پوشیدہ عضو بھی دیکھ لے۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں اس سے مراد آنکھ مارنا اشارے کرنا اور بن دیکھی چیز کو دیکھی ہوئی یا دیکھی ہوئی چیز کو ان دیکھی بتانا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں نگاہ جس نیت سے ڈالی جائے اللہ پر روشن ہے۔ پھر سینے میں چھپا ہوا خیال کہ اگر موقعہ ملے اور بس ہو تو آیا یہ بدکاری سے باز رہے گا یا نہیں۔ یہ بھی وہ جانتا ہے۔ سدیؒ فرماتے ہیں دلوں کے وسوسوں سے وہ آگاہ ہے وہ عدل کے ساتھ حکم کرتا ہے۔ قادر ہے کہ نیکی کا بدلہ نیکی دے اور برائی کی سزا بری دے۔ وہ سننے دیکھنے والا ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ وہ بروں کو ان کی کرنی کی سزا اور بھلوں کو ان کی بھلائی کی جزا عنایت فرمائے گا۔ جو لوگ اس کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں خواہ وہ بت اور تصویریں ہوں خواہ اور کچھ وہ چونکہ کسی چیز کے مالک نہیں ان کی حکومت ہی نہیں تو حکم اور فیصلے کریں گے ہی کیا؟ اللہ اپنی مخلوق کے اقوال کو سنتا ہے۔ ان کے احوال کو دیکھ رہا ہے جسے چاہے راہ دکھاتا ہے۔ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے۔ اس کا اس میں بھی سراسر عدل و انصاف ہے۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ﴿٢١﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٢﴾

کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا نتیجہ کیسا کچھ ہوا؟ وہ باعتبار قوت و طاقت کے اور باعتبار زمین میں اپنی یادگاروں کے ان سے بہت زیادہ تھے۔ پس اللہ نے انہیں ان کے گناہوں پر پکڑ لیا اور کوئی نہ ہوا جو انہیں اللہ کے عذابوں سے بچا لیتا ○ یہ اس وجہ سے کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر معجزے لے لے کر آتے تھے تو وہ انکار کر دیتے تھے۔ پس اللہ انہیں پکڑ لیتا تھا۔ یقیناً وہ زبردست طاقت والا اور سخت عذابوں والا ہے ○

(آیت: ۲۱-۲۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبیؐ کیا تیری رسالت کے جھٹلانے والے کفار نے اپنے سے پہلے کے رسولوں کو

جھٹلانے والے کفار کی حالتوں کا معائنہ ادھر ادھر چل پھر کر نہیں کیا؟ جو ان سے زیادہ قوی' طاقتور اور جثہ دار تھے۔ جن کے مکانات اور عالیشان عمارتوں کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔ جو ان سے زیادہ باتمکنت تھے۔ ان سے بڑی عمروں والے تھے' جب ان کے کفر اور گناہوں کی وجہ سے عذاب الٰہی ان پر آیا تو نہ تو کوئی اسے ہٹا سکا نہ کسی میں مقابلہ کی طاقت پائی گئی نہ اس سے بچنے کی کوئی صورت نکلی' اللہ کا غضب ان پر برس پڑنے کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے پاس بھی ان کے رسول واضح دلیلیں اور صاف روشن حجتیں لے کر آئے باوجود اس کے انہوں نے کفر کیا جس پر اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا اور کفار کے لئے انہیں باعث عبرت بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ پوری قوت والا' سخت پکڑ والا' شدید عذاب والا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے تمام عذابوں سے نجات دے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ۚ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ ع ۷ ۸

ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور کھلی دلیل کے ساتھ بھیجا ○ فرعون' ہامان اور قارون کی طرف' تو کہنے لگے یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے ○ جب ان کے پاس موسیٰ ہماری طرف سے دین حق کو لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ اس کے ساتھ جو ایمان والے ہیں' ان کے لڑکوں کو تو مار ڈالو اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھو کافروں کی جو حیلہ سازی ہے' وہ غلطی میں ہی ہے ○ فرعون کہنے لگا' مجھے چھوڑو تاکہ میں موسیٰ کو مار ڈالوں۔ اسے چاہئے کہ یہ اپنے رب کو پکارے۔ مجھے تو ڈر ہے کہ یہ کہیں تمہارا دین نہ بدل ڈالے یا ملک میں کوئی بہت بڑا فساد برپا نہ کر دے ○ موسیٰ نے کہا' میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔ ہر اس تکبر کرنے والے شخص کی برائی سے جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا ○

فرعون کا بدترین حکم: ☆☆ (آیت: ۲۳-۲۷) اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسولؐ کو تسلی دینے کے لئے سابقہ رسولوں کے قصے بیان فرماتا ہے کہ جس طرح انجام کار فتح و ظفر ان کے ساتھ رہی' اسی طرح آپ بھی ان کفار سے کوئی اندیشہ نہ کیجئے۔ میری مدد آپ کے ساتھ ہے۔ انجام کار آپ ہی کی بہتری اور برتری ہو گی جیسے کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا واقعہ آپ کے سامنے ہے کہ ہم نے انہیں دلائل و براہین کے ساتھ بھیجا' قبطیوں کے بادشاہ فرعون کی طرف جو مصر کا سلطان تھا اور ہامان کی طرف جو اس کا وزیراعظم تھا۔ اور قارون کی طرف جو اس کے زمانے میں سب سے زیادہ دولت مند تھا اور تاجروں کا بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ ان بدنصیبوں نے اللہ کے اس زبردست رسول کو جھٹلایا اور ان کی توہین کی اور صاف کہہ دیا کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔ یہی جواب سابقہ امتوں کے بھی انبیاء علیہم السلام کو ملتے رہے۔

جیسے ارشاد ہے کَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ الخ یعنی اسی طرح ان سے پہلے بھی جتنے رسول آئے' سب سے ان کی قوم نے یہی کہا کہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ کیا انہوں نے اس پر کوئی متفقہ تجویز کر رکھی ہے؟ نہیں بلکہ دراصل یہ سب کے سب

سرکش لوگ ہیں' جب ہمارے رسول موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس حق لائے اور انہوں نے اللہ کے رسول کو ستانا اور دکھ دینا شروع کیا' اور فرعون نے حکم جاری کر دیا' اس رسولؑ پر جو ایمان لائے ہیں' ان کے ہاں جو لڑکے ہیں' انہیں قتل کر دو اور جو لڑکیاں ہوں' انہیں زندہ چھوڑ دو' اس سے پہلے بھی وہ یہی حکم جاری کر چکا تھا۔ اس لئے کہ اسے خوف تھا کہ کہیں موسیٰ پیدا نہ ہو جائیں یا اس لئے کہ بنی اسرائیل کی تعداد کم کر دے اور انہیں کمزور اور بے طاقت بنا دے اور ممکن ہے دونوں مصلحتیں سامنے ہوں اور ان کی گنتی نہ بڑھے اور یہ پست و ذلیل رہیں بلکہ انہیں خیال ہو کہ ہماری اس مصیبت کا باعث حضرت موسیٰ ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں ایذا دی گئی اور آپ کے تشریف لانے کے بعد بھی ہم ستائے گئے۔ آپ نے جواب دیا' تم جلدی نہ کرو۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو برباد کر دے اور تمہیں زمین کا خلیفہ بنائے۔ پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟

حضرت قتادہؒ کا قول ہے کہ فرعون کا یہ حکم دوبارہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار کا فریب اور ان کی یہ پالیسی کہ بنی اسرائیل فنا ہو جائیں' بے فائدہ اور فضول تھی۔ فرعون کا ایک بدترین قصد بیان ہو رہا ہے کہ اس نے حضرت موسیٰؑ کے قتل کا ارادہ کیا اور اپنی قوم سے کہا' مجھے چھوڑو۔ میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں گا۔ وہ اگرچہ اپنے اللہ کو بھی اپنی مدد کے لئے پکارے' مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر اسے زندہ چھوڑا گیا تو وہ تمہارے دین کو بدل دے گا' تمہاری عادات و رسومات کو تم سے چھڑا دے گا اور زمین میں ایک فساد پھیلا دے گا۔ اسی لئے عرب میں یہ مثل مشہور ہوگئی صَارَ فِرْعَوْنُ مُذَکِّرًا یعنی فرعون بھی واعظ بن گیا۔ بعض قراءتوں میں بجائے اَنْ یُّظْهِرَ کے یُظْهِرُ ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو جب فرعون کا یہ بد ارادہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا' میں اس کی اور اس جیسے لوگوں کی برائی سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اے میرے مخاطب لوگو! میں ہر اس شخص کی ایذا رسانی سے جو حق سے تکبر کرنے والا اور قیامت کے دن پر ایمان نہ رکھنے والا ہو' اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب جناب رسول کریم ﷺ کو کسی قوم سے خوف ہوتا تو آپ یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ وَنَدْرَأُبِكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ یعنی اے اللہ ان کی برائی سے ہم تیری پناہ میں آتے ہیں اور ہم تجھ پر ان کے مقابلے میں بھروسہ کرتے ہیں۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾

ایک مومن شخص نے جو فرعون کے خاندان میں سے تھا اور اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا' کہا کہ کیا تم ایک شخص کو محض اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں لے کر آیا ہے؟ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس کا جھوٹ اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہو تو جن عذابوں کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے وہ کوئی نہ کوئی تو تم پر آ پڑے گا' اللہ تعالیٰ ان کی رہبری نہیں کرتا جو حد سے گذر جانے والے اور جھوٹے ہوں ○

ایک مرد مومن کی فرعون کو نصیحت: ☆☆ (آیت: ۲۸) مشہور تو یہی ہے کہ یہ مومن قبطی تھے (رحمہ اللہ تعالیٰ) اور فرعون کے خاندان

کے تھے بلکہ سدیؒ فرماتے ہیں' فرعون کے یہ چچازاد بھائی تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے بھی حضرت موسیٰ کے ساتھ نجات پائی تھی۔ امام ابن جریرؒ بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں بلکہ جن لوگوں کا قول ہے کہ یہ مومن بھی اسرائیلی تھے' آپ نے ان کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ اگر یہ اسرائیلی ہوتے تو نہ فرعون اس طرح صبر سے ان کی نصیحت سنتا نہ حضرت موسیٰؑ کے قتل کے ارادے سے باز آتا بلکہ انہیں ایذا پہنچاتا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے' آل فرعون میں سے ایک تو یہ مرد ایمان دار تھا اور دوسرے فرعون کی بیوی ایمان لائی تھیں۔ تیسرا وہ شخص جس نے حضرت موسیٰؑ کو خبر دی تھی کہ سرداروں کا مشورہ تمہیں قتل کرنے کا ہو رہا ہے۔ یہ اپنے ایمان کو چھپاتے رہتے تھے لیکن قتل موسیٰؑ کی سن کر ضبط نہ ہو سکا اور یہی درحقیقت سب سے بہتر اور افضل جہاد ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے انسان کلمہ حق کہہ دے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے اور فرعون کے سامنے اس سے زیادہ بڑا کلمہ کوئی نہ تھا۔ پس یہ شخص بہت بلند مرتبے کے مجاہد تھے۔ جن کے مقابلے کا کوئی نظر نہیں آتا۔ البتہ صحیح بخاری شریف وغیرہ میں ایک واقعہ کئی روایتوں سے مروی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عروہ بن زبیرؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ سب سے بڑی ایذا مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کو کیا پہنچائی؟ آپ نے فرمایا' سنو' ایک روز حضورؐ کعبہ شریف میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ کو پکڑ لیا۔ اور اپنی چادر میں بل دے کر آپ کی گردن میں ڈال کر گھسیٹنے لگا جس سے آپ کا گلا گھٹنے لگا۔ اسی وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوڑے دوڑے آئے اور اسے دھکا دے کر پرے پھینکا اور فرمانے لگے' کیا تم اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور وہ تمہارے پاس دلیلیں لے کر آیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ قریشیوں کا مجمع جمع تھا۔ جب آپؐ وہاں سے گزرے تو انہوں نے کہا' کیا تو ہی ہے جو ہمیں ہمارے باپ دادوں کے معبودوں کی عبادت سے منع کرتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں ہاں میں ہی ہوں۔ اس پر وہ سب آپ کو چمٹ گئے اور کپڑے گھسیٹنے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو چھڑایا اور پوری آیت اَتَقْتُلُوْنَ کی تلاوت کی۔

يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٢٩﴾

اے میری قوم کے لوگو' آج تو بادشاہت تمہاری ہے کہ اس زمین پر تم غالب ہو لیکن اگر اللہ کا عذاب ہم پر آ گیا تو کون ہماری مدد کرے گا؟ فرعون بولا' میں تو تمہیں وہی رائے دے رہا ہوں جو خود دیکھ رہا ہوں اور میں تو تمہیں بھلائی کی راہ ہی بتلا رہا ہوں ○

پس اس مومن نے بھی یہی کہا کہ اس کا قصور تو صرف اتنا ہی ہے کہ یہ اپنا رب اللہ کو بتاتا ہے اور جو کہتا ہے' اس پر سند اور دلیل پیش کرتا ہے۔ اچھا مان لو' بالفرض یہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے دنیا اور آخرت میں سزا دے گا اور اگر وہ سچا ہے اور تم نے اسے ستایا' دکھ دیا تو یقیناً تم پر عذاب الٰہی برس پڑے گا جیسے کہ وہ کہہ رہا ہے۔ پس عقلاً لازم ہے کہ تم اسے چھوڑ دو۔ جو اس کی مان رہے ہیں مانیں۔ تم کیوں اس کے درپے آزار ہو رہے ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون اور قوم فرعون سے یہی چاہا تھا۔ جیسے کہ آیت وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ سے فَاعْتَزِلُوْنَ تک ہے یعنی ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا۔ ان کے پاس رسول کریم کو بھیجا۔ اس نے کہا کہ اللہ کے بندوں کو مجھے سونپ دو۔ میں تمہاری طرف رب کا رسول امین ہوں۔ تم اللہ سے بغاوت نہ کرو۔ دیکھو

میں تمہارے پاس کھلی دلیلیں اور زبردست معجزے لایا ہوں۔ تم مجھے سنگسار کردو گے۔ اس سے میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں' اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھے چھوڑ دو۔ یہی جناب رسول آخر الزمان ﷺ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف مجھے پکارنے دو' تم میری ایذا رسانی سے باز رہو۔ اور میری قرابت داری کو خیال کرتے ہوئے مجھے دکھ نہ دو۔ صلح حدیبیہ بھی دراصل یہی چیز تھی جو کھلی فتح کہلائی۔ وہ مومن کہتا ہے کہ سنو' مسرف اور جھوٹے آدمی راہ یافتہ نہیں ہوتے۔ ان کے ساتھ اللہ کی نصرت نہیں ہوتی۔ ان کے اقوال وافعال بہت جلد ان کی خباثت کو ظاہر کردیتے ہیں۔ برخلاف اس کے یہ نبی اللہ اختلاف واضطراب سے پاک ہیں۔ صحیح سچی اور اچھی راہ پر ہیں۔ زبان کے سچے' عمل کے پکے ہیں۔ اگر یہ حد سے گزر جانے والے اور جھوٹے ہوتے تو یہ راستی اور عمدگی ان میں ہرگز نہ ہوتی۔ پھر قوم کو نصیحت کرتے ہیں اور انہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ بھائیو! تمہیں اللہ نے اس ملک کی سلطنت عطا فرمائی ہے۔ بڑی عزت دی ہے۔ تمہارا حکم جاری کر رکھا ہے۔ اللہ کی اس نعمت پر تمہیں اس کا شکر کرنا چاہیے اور اس کے رسولوں کو سچا ماننا چاہیے۔

یاد رکھو' اگر تم نے ناشکری کی اور رسول کی طرف بری نظریں ڈالیں تو یقیناً عذاب الٰہی تم پر آ جائے گا۔ بتاؤ اس وقت کسے لاؤ گے جو تمہاری مدد پر کھڑا ہو اور اللہ کے عذاب کو روکے یا ٹالے؟ یہ لاؤ ولشکر' یہ جان ومال کچھ کام نہ آئیں گے۔ فرعون سے اور تو کوئی معقول جواب بن نہ پڑا' کھسیانہ بن کر قوم میں اپنی خیر خواہی جتانے لگا کہ میں تمہیں دھوکا نہیں دے رہا' جو میرا خیال ہے اور میرے ذہن میں ہے' وہی تم پر ظاہر کر رہا ہوں۔ حالانکہ دراصل یہ بھی اس کی خیانت تھی۔ وہ بھی جانتا تھا کہ حضرت موسیٰؑ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ جیسے فرمان باری ہے لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ یعنی حضرت موسیٰؑ نے فرمایا' اے فرعون تو خوب جانتا ہے کہ یہ عجائبات خاص آسمان وزمین کے پروردگار نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کے ذرائع ہیں۔ اور آیت میں ہے وَجَحَدُوْا بِهَا الخ یعنی انہوں نے باوجود دلی یقین کے ازراہ ظلم وزیادتی انکار کردیا۔ اسی طرح اس کا یہ کہنا بھی سراسر غلط تھا کہ میں تمہیں حق کی' سچائی کی اور بھلائی کی راہ دکھاتا ہوں۔ اس میں وہ لوگوں کو دھوکا دے رہا تھا اور رعیت کی خیانت کر رہا تھا۔ لیکن اس کی قوم اس کے دھوکے میں آ گئی اور فرعون کی بات مان لی۔ فرعون نے انہیں کسی بھلائی کی راہ پر نہ ڈالا۔ اس کا عمل ہی ٹھیک نہیں تھا۔ اور جگہ اللہ عزوجل فرماتا ہے' فرعون نے اپنی قوم کو بہکا دیا اور انہیں صحیح راہ تک نہ پہنچنے دیا نہ پہنچایا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جو امام اپنی رعایا سے خیانت کر رہا ہو وہ مرکر جنت کی خوشبو بھی نہیں پاتا حالانکہ وہ خوشبو پانچ سو سال کی راہ پر آتی ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ۔

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَیٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

اس مومن نے کہا' اے میری قوم کے لوگو! مجھے تو اندیشہ ہے کہ تم پر بھی ویسا ہی عذاب نہ آئے جو اور امتوں پر آیا۔ جیسے امت نوح اور عاد وثمود اور ان کے بعد والوں کا

حال ہوا' اللہ اپنے بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا' اور مجھے تم پر ہانک پکار کے دن کا بھی ڈر ہے ○ جس دن تم پیٹھ پھیر کر لوٹو گے تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا' اور جسے اللہ گمراہ کر دے' اس کا ہادی کوئی نہیں ○

مرد مومن کی اپنی قوم کو نصیحت : ☆☆ (آیت: ۳۰-۳۳) اس مومن کی نصیحت کا آخری حصہ بیان ہو رہا ہے کہ اس نے فرمایا 'دیکھو اگر تم نے اللہ کے رسول کی نہ مانی اور اپنی سرکشی پر اڑے رہے تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں سابقہ قوموں کی طرح تم پر بھی عذاب الٰہی برس نہ پڑے- قوم نوحؑ اور قوم عاد و ثمود کو دیکھ لو کہ پیغمبروں کی نہ ماننے کے وبال میں ان پر کیسے عذاب آئے؟ اور کوئی نہ تھا جو انہیں ٹالتا روکتا- اس میں اللہ کا کچھ ظلم نہ تھا- اس کی ذات بندوں پر ظلم کرنے سے پاک ہے- ان کے اپنے کرتوت تھے جو ان کے لئے وبال جان بن گئے' مجھے تم پر قیامت کے دن کے عذاب کا بھی ڈر ہے جو ہانک پکار کا دن ہے- صور کی حدیث میں ہے کہ جب زمین میں زلزلہ آئے گا اور پھٹ جائے گی تو لوگ مارے گھبراہٹ کے ادھر ادھر پریشان حواس بھاگنے لگیں گے اور ایک دوسرے کو آواز دیں گے- حضرت ضحاکؒ وغیرہ کا قول ہے کہ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب جہنم لائی جائے گی اور لوگ اسے دیکھ کر ڈر کر بھاگیں گے اور فرشتے انہیں میدان محشر کی طرف واپس لائیں گے-

جیسے فرمان الٰہی ہے وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا یعنی فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے- اور فرمان ہے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا الخ یعنی اے انسانو! اور جنو! اگر تم زمین و آسمان کے کناروں سے بھاگ نکلنے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل بھاگو لیکن یہ تمہارے بس کی بات نہیں- حسن اور ضحاکؒ کی قراءت میں یَوْمَ التَّنَادِّ دال کی تشدید کے ساتھ ہے- اور یہ ماخوذ ہے نَدَّ الْبَعِيْرُ سے' جب اونٹ چلا جائے اور سرکشی کرنے لگے تو یہ لفظ کہا جاتا ہے' کہا گیا ہے کہ جس ترازو میں عمل تولے جائیں گے' وہاں ایک فرشتہ ہوگا- جس کی نیکیاں بڑھ جائیں گی' وہ باآواز بلند پکار کر کہے گا' لوگو فلاں کا لڑکا فلاں سعادت والا ہو گیا اور آج کے بعد سے اس پر شقاوت کبھی نہیں آئے گی- اور اس کی نیکیاں گھٹ گئیں تو وہ فرشتہ آواز لگائے گا کہ فلاں بن فلاں بدنصیب ہو گیا اور تباہ و برباد ہو گیا-

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾

اس سے پہلے تمہارے پاس حضرت یوسفؑ دلیلیں لے کر آئے' پھر بھی تم ان کی لائی ہوئی دلیل میں شک وشبہ ہی کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم کہنے لگے' ان کے بعد تو اللہ کسی رسول کو بھیجے گا ہی نہیں' اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے ہر اس شخص کو جو حد سے بڑھ جانے والا' شک وشبہ کرنے والا ہو ○ جو بغیر کسی سند کے جو ان کے پاس آئی ہو' اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں- اللہ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک یہ تو بہت بڑی بیزاری کی چیز ہے- اللہ تعالیٰ اسی طرح ہر ایک مغرور و سرکش کے دل پر مہر کر دیتا ہے ○

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں' قیامت کو یَوۡمَ التَّنَادِ اس لئے کہا گیا ہے کہ جنتی جنتیوں کو اور جہنمی جہنمیوں کو پکاریں گے اور اعمال کے ساتھ پکاریں گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وجہ یہ ہے کہ جنتی دوزخیوں کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا' وہ ہم نے سچ پایا۔ تم بتاؤ کہ کیا تم نے بھی اپنے رب کا وعدہ سچا پایا؟ وہ جواب دیں گے ہاں۔ اسی طرح جہنمی جنتیوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمیں تھوڑا سا پانی ہی چھوا دو یا وہ کچھ دے دو جو اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے۔ جنتی جواب دیں گے کہ یہاں کے کھانے پینے کو اللہ نے کافروں پر حرام کر دیا ہے۔ اسی طرح سورۂ اعراف میں یہ بھی بیان ہے کہ اعراف والے دوزخیوں اور جنتیوں کو پکاریں گے۔ بغوی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں ہیں اور ان سب وجوہ کی بنا پر قیامت کے دن کا نام یَوۡمُ التَّنَادِ ہے۔ یہی قول بہت عمدہ ہے۔ واللہ اعلم۔

اس دن لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔ لیکن بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے اور کہہ دیا جائے گا کہ آج ٹھہرنے کی جگہ یہی ہے' اس دن کوئی نہ ہوگا جو بچا سکے اور اللہ کے عذاب سے چھڑا سکے۔ بات یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی قادر مطلق نہیں۔ وہ جسے گمراہ کر دے' اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ پھر فرماتا ہے کہ اس سے پہلے اہل مصر کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے پیغمبر بن کر آئے تھے۔ آپ کی بعثت حضرت موسیٰ سے پہلے ہوئی تھی۔ عزیز مصر بھی آپ ہی تھے اور اپنی امت کو اللہ کی طرف بلاتے تھے۔ لیکن قوم نے ان کی اطاعت نہ کی' ہاں بوجہ دنیوی جاہ کے اور وزارت کے تو انہیں ماتحتی کرنی پڑتی تھی۔ پس فرماتا ہے کہ تم ان کی نبوت کی طرف سے بھی شک میں ہی رہے۔ آخر جب ان کا انتقال ہو گیا تو تم بالکل مایوس ہو گئے اور امید کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اب تو اللہ تعالیٰ کسی کو نبی بنا کر بھیجے گا ہی نہیں۔ یہ تھا ان کا کفر اور ان کی تکذیب' اسی طرح اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دیتا ہے جو بے جا کام کرنے والا' حد سے گزر جانے والا اور شک وشبہ میں مبتلا رہنے والا ہو۔ یعنی جو تمہارا حال ہے' یہی حال ان سب کا ہوتا ہے جن کے کام اسراف والے ہوں اور جن کا دل شک وشبہ والا ہو' جو لوگ حق کو باطل سے ہٹاتے ہیں اور بغیر دلیل کے دلیلوں کو ٹالتے ہیں' اس پر اللہ ان سے ناخوش ہے اور سخت تر ناراض ہے ان کے یہ افعال جہاں اللہ کی ناراضگی کا باعث ہیں' وہاں ایمانداروں کی بھی ناخوشی کا ذریعہ ہیں۔ جن لوگوں میں ایسی بے ہودہ صفتیں ہوتی ہیں' ان کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر کر دیتا ہے جس کے بعد انہیں نہ اچھائی اچھی معلوم ہوتی ہے نہ برائی بری لگتی ہے' ہر وہ شخص جو حق سے سرکشی کرنے والا ہو اور تکبر وغرور والا ہو۔ حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں' جبار وہ شخص ہے جو دو انسانوں کو قتل کر ڈالے۔ ابو عمران جونی اور قتادہؒ کا فرمان ہے کہ جو بغیر حق کے کسی کو قتل کرے' وہ جبار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَقَالَ فِرۡعَوۡنُ يٰهَامٰنُ ابۡنِ لِىۡ صَرۡحًا لَّعَلِّىۡۤ اَبۡلُغُ الۡاَسۡبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسۡبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوۡسٰى وَاِنِّىۡ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرۡعَوۡنَ سُوۡٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيۡلِ ؕ وَمَا كَيۡدُ فِرۡعَوۡنَ اِلَّا فِىۡ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ الَّذِىۡۤ اٰمَنَ يٰقَوۡمِ اتَّبِعُوۡنِ اَهۡدِكُمۡ سَبِيۡلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوۡمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الۡاٰخِرَةَ هِىَ دَارُ الۡقَرَارِ ﴿۳۹﴾

ع ۱۰

فرعون نے کہا' اے ہامان! میرے لئے ایک بالا خانہ بنا۔ کیا عجب کہ میں آسمان کے دروازوں تک پہنچ جاؤں اور موسیٰ کے اللہ کو جھانک لوں ○ مجھے تو کامل یقین

ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔ ٹھیک اسی طرح فرعون کی بدکرداریاں اسے بھلی دکھائی گئیں اور راہ سے روک دیا گیا' فرعون کی ہر حیلہ سازی تباہی میں ہی رہی ○ اس ایمان دار شخص نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم سب میری پیروی کرو۔ میں نیک راہ کی طرف تمہاری رہبری کروں گا ○ اے میرے گروہ کے لوگو' حیات دنیا متاع فانی ہے۔ یقین مانو کہ قرار اور ہیشگی کا گھر تو آخرت ہی ہے ○

فرعون کی سرکشی اور تکبر : ☆☆ (آیت: ۳۶-۳۷) فرعون کی سرکشی اور تکبر بیان ہو رہا ہے کہ اس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میرے لئے ایک بلند و بالا محل تعمیر کرا۔ اینٹوں اور چونے کی پختہ اور بہت اونچی عمارت بنا۔ جیسے اور جگہ ہے کہ اس نے کہا' اے ہامان! اینٹیں پکا کر میرے لئے ایک اونچی عمارت بنا۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قبر کو پختہ بنانا اور اسے چونے گچ کرنا سلف صالحین مکروہ جانتے تھے۔ (ابن ابی حاتم) فرعون کہتا ہے کہ یہ محل میں اس لئے بنوا رہا ہوں کہ آسمان کے دروازوں اور آسمان کے راستوں تک میں پہنچ جاؤں' اور موسیٰ کے اللہ کو دیکھ لوں۔ گو میں جانتا ہوں کہ موسیٰ ہے جھوٹا۔ وہ جو کہہ رہا ہے کہ اللہ نے اسے بھیجا ہے' یہ بالکل غلط ہے۔

دراصل فرعون کا یہ ایک مکر تھا اور وہ اپنی رعیت پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ دیکھو میں ایسا کام کرتا ہوں جس سے موسیٰ کا جھوٹ بالکل کھل جائے اور میری طرح تمہیں بھی یقین آ جائے کہ موسیٰ غلط گو' مفتری اور کذاب ہے۔ فرعون راہ الٰہی سے روک دیا گیا۔ اس کی ہر تدبیر الٹی ہی رہی۔ اور جو کام وہ کرتا ہے' وہ اس کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے اور وہ خسارے میں بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

قوم فرعون کے مرد مومن کی سہ بارہ نصیحت : ☆☆ (آیت: ۳۸) فرعون کی قوم کا مومن مرد جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے' اپنی قوم کے سرکشوں' خود پسندوں اور متکبروں کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تم میری مانو' میری راہ چلو۔ میں تمہیں راہ راست پر ڈال دوں گا۔ یہ اپنے اس قول میں فرعون کی طرح کاذب نہ تھا۔ وہ تو اپنی قوم کو دھوکا دے رہا تھا اور یہ ان کی حقیقی خیر خواہی کر رہا تھا' پھر انہیں دنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کہتا ہے کہ دنیا ایک ڈھل جانے والا سایہ اور فنا ہو جانے والا فائدہ ہے۔ لازوال اور قرار و ہیشگی والی جگہ تو اس کے بعد آنے والی آخرت ہے۔ جہاں کی رحمت و زحمت ابدی اور غیر فانی ہے' جہاں برائی کا بدلہ تو اس کے برابر ہی دیا جاتا ہے۔ ہاں نیکی کا بدلہ بے حساب دیا جاتا ہے۔ نیکی کرنے والا چاہے مرد ہو' چاہے عورت ہو تو ہاں یہ شرط ہے کہ ہو با ایمان' اسے اس نیکی کا ثواب اس قدر دیا جائے گا جو بے حد و حساب ہو گا۔

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ
صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ
الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٤٠﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ
اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿٤١﴾ تَدْعُوْنَنِيْ
لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّاَنَا
اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿٤٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ
لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى
اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿٤٣﴾

جس نے گناہ کیا ہے اسے تو برابر برابر کا بدلہ ہی ہے اور جس نے نیکی کی ہے خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت اور ہو ایماندار تو یہ لوگ وہ ہیں جو جنت میں جائیں گے اور وہاں بے شمار روزی پائیں گے ○ اے میری قوم! یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلا رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو ○ تم مجھے یہ دعوت دے رہے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں؟ اور اس کے ساتھ اسے شریک کروں جس کا کوئی علم مجھے نہیں؟ اور میں تمہیں غالب بخشنے والے اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہوں ○ یہ یقینی امر ہے کہ تم مجھے جس کی طرف بلا رہے ہو وہ تو نہ دنیا میں پکارنے کے قابل ہے نہ آخرت میں اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ ہم سب کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے اور حد سے گذر جانے والے یقیناً اہل دوزخ ہیں ○

عالم برزخ میں عذاب پر دلیل: ☆☆ (آیت: ۴۱-۴۳) قوم فرعون کا مومن مرد اپنا وعظ جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں توحید کی طرف یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی طرف بلا رہا ہوں۔ میں تمہیں اللہ کے رسولؐ کی تصدیق کرنے کی دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے کفر و شرک کی طرف بلا رہے ہو؟ تم چاہتے ہو کہ میں جاہل بن جاؤں اور بے دلیل اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف کروں؟ غور کرو کہ تمہاری اور میری دعوت میں کس قدر فرق ہے؟ میں تمہیں اس اللہ کی طرف لے جانا چاہتا ہوں جو بڑی عزت اور کبریائی والا ہے۔ باوجود اس کے وہ ہر اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف جھکے اور استغفار کرے' لا جرم کے معنی حق و صداقت کے ہیں' یعنی یہ یقینی سچ اور حق ہے کہ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو یعنی بتوں اور سوائے اللہ کے دوسروں کی عبادت کی طرف' یہ تو وہ ہیں جنہیں دین و دنیا کا کوئی اختیار نہیں۔ جنہیں نفع نقصان پر کوئی قابو نہیں' جو اپنے پکارنے والے کی پکار کو سن سکیں نہ قبول کر سکیں نہ یہاں نہ وہاں۔ جیسے فرمان الٰہی ہے وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ الخ یعنی اس سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو پکارتا ہے' جو اس کی پکار کو قیامت تک سن نہیں سکتے۔ جنہیں مطلق خبر نہیں کہ کوئی ہمیں پکار رہا ہے؟ جو قیامت کے دن اپنے پکارنے والوں کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت سے بالکل انکار کر جائیں گے۔ گو تم انہیں پکارا کرو لیکن وہ نہیں سنتے۔ اور بالفرض اگر سن بھی لیں تو قبول نہیں کر سکتے۔

مومن آل فرعون کہتا ہے کہ ہم سب کو لوٹ کر اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ وہاں ہر ایک کو اپنے اعمال کا بدلہ بھگتنا ہے۔ وہاں حد سے گزر جانے والے اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے والے ہمیشہ کے لئے جہنم واصل کر دیئے جائیں گے' گو تم اس وقت میری باتوں کی قدر نہ کرو۔ لیکن ابھی ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا' میری باتوں کی صداقت و حقانیت تم پر واضح ہو جائے گی۔ اس وقت ندامت و حسرت اور افسوس کرو گے لیکن وہ محض بے سود ہو گا۔ میں تو اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ میرا توکل اسی کی ذات پر ہے۔ میں تو اپنے ہر کام میں اسی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تم سے الگ ہوں اور تمہارے کاموں سے نفرت کرتا ہوں۔ میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ اللہ اپنے بندوں کے تمام حالات سے دانا و بینا ہے۔

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝

پس آگے چل کر تم میری باتوں کو یاد کرو گے۔ میں اپنا معاملہ سپرد رب کرتا ہوں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں کا نگران ہے ○ پس اسے اللہ تعالیٰ نے ان تمام بدیوں سے

محفوظ رکھ لیا جو انہوں نے سوچ رکھی تھیں اور فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب الٹ پڑا○ آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی فرمان ہوگا کہ فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو○

مستحق ہدایت جو ہیں' ان کی وہ رہنمائی کرے گا اور مستحقین ضلالت اس رہنمائی سے محروم رہیں گے' اس کا ہر کام حکمت والا اور اس کی ہر تدبیر اچھائی والی ہے۔ اس مومن کو اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کے مکر سے بچالیا۔ دنیا میں بھی وہ محفوظ رہا یعنی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس نے نجات پائی اور آخرت کے عذاب سے بھی محفوظ رہا۔ باقی تمام فرعونی بدترین عذاب کا شکار ہوئے۔ سب دریا میں ڈبو دیئے گئے' پھر وہاں سے جہنم واصل کر دیئے گئے۔

ہر صبح شام ان کی روحیں جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں' قیامت تک یہ عذاب انہیں ہوتا رہے گا اور قیامت کے دن ان کی روحیں جسم سمیت جہنم میں ڈال دی جائیں گی اور اس دن ان سے کہا جائے گا کہ اے آل فرعون' سخت دردناک اور بہت زیادہ تکلیف دہ عذاب میں چلے جاؤ۔ یہ آیت اہل سنت کے اس مذہب کی کہ عالم برزخ میں یعنی قبروں میں عذاب ہوتا ہے بہت بڑی دلیل ہے' ہاں یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بعض احادیث میں کچھ ایسے مضامین وارد ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب برزخ کا علم رسول اللہ ﷺ کو مدینے شریف کی ہجرت کے بعد ہوا اور یہ آیت مکہ شریف میں نازل ہوئی ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ آیت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مشرکوں کی روحیں صبح شام جہنم کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ عذاب ہر وقت جاری اور باقی رہتا ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی کہ آیا یہ عذاب صرف روح کو ہی ہوتا ہے یا جسم کو بھی' اس کا علم اللہ کی طرف سے آپ کو مدینے شریف میں کرایا گیا! اور آپ نے اسے بیان فرمادیا۔ پس حدیث و قرآن ملا کر مسئلہ یہ ہوا کہ عذاب و ثواب قبر' روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور یہی حق ہے۔ اب ان احادیث کو ملاحظہ فرمایئے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک یہودیہ عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت گزار تھی۔ حضرت عائشہؓ جب کبھی اس کے ساتھ کچھ سلوک کرتی تو وہ دعا دیتی اور کہتی اللہ تجھے جہنم کے عذاب سے بچائے۔ ایک روز حضرت صدیقہؓ نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا' یارسول اللہؐ کیا قیامت سے پہلے قبر میں بھی عذاب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا' نہیں تو یہ کس نے کہا؟ حضرت عائشہؓ نے اس یہودیہ عورت کا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا' یہود جھوٹے ہیں اور وہ تو اس سے زیادہ جھوٹ اللہ پر باندھا کرتے ہیں۔ قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک مرتبہ ظہر کے وقت کپڑا لپیٹے ہوئے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے' آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور با آواز بلند فرما رہے تھے' قبر مانند سیاہ رات کی اندھیریوں کے ٹکڑوں کے ہے۔ لوگو! اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو بہت زیادہ روتے اور بہت کم ہنستے۔ لوگو قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو' یقین مانو کہ عذاب' قبر حق ہے۔ اور روایت میں ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے حضرت عائشہؓ سے کچھ مانگا جو آپؓ نے دیا اور اس نے وہ دعا دی۔ اس کے آخر میں ہے کہ کچھ دنوں بعد حضورؐ نے فرمایا' مجھے وحی کی گئی ہے کہ تمہاری آزمائش قبروں میں کی جاتی ہے۔

پس ان احادیث اور آیت میں ایک تطبیق تو وہ ہے جو اوپر بیان ہوئی۔ دوسری تطبیق یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آیت یُعْرَضُوْنَ سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ کفار کو عالم برزخ میں عذاب ہوتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مومن کو ہی اس کے بعض گناہوں کی وجہ سے اس کی قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ یہ صرف حدیث شریف میں ثابت ہوا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک دن رسول اللہ ﷺ آئے۔ اس وقت ایک یہودیہ عورت مائی صاحبہؓ کے پاس بیٹھی تھی اور کہہ رہی تھی کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ تم لوگ اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے؟ اسے سن کر حضورؐ کانپ گئے اور فرمایا' یہود ہی آزمائے جاتے ہیں۔ پھر چند دنوں بعد آپؐ نے فرمایا' لوگو! تم سب

قبروں کے فتنہ میں ڈالے جاؤ گے- اس کے بعد حضور علیہ السلام فتنہ قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے- یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت سے صرف روح کے عذاب کا ثبوت ملتا تھا- اس سے جسم تک اس عذاب کے پہنچنے کا ثبوت نہیں تھا- بعد میں بذریعہ وحی حضورؐ کو یہ معلوم کرایا گیا کہ عذاب قبر جسم و روح کو ہوتا ہے- چنانچہ آپؐ نے پھر اس سے بچاؤ کی دعا شروع کی' واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم-

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک یہودیہ عورت آئی اور اس نے کہا' عذاب قبر سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں- اس پر صدیقہؓ نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ کیا قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں عذاب قبر برحق ہے- فرماتی ہیں' اس کے بعد میں نے دیکھا کہ حضورؐ ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے- اس حدیث سے تو ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اسے سنتے ہی یہودیہ عورت کی تصدیق کی- اور اوپر والی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے تکذیب کی تھی- دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ یہ دو واقعے ہیں- پہلے واقعے کے وقت چونکہ وحی سے آپ کو معلوم نہیں ہوا تھا' آپ نے انکار فرما دیا- پھر معلوم ہو گیا تو آپ نے اقرار کیا' واللہ سبحان وتعالیٰ اعلم- قبر کے عذاب کا ذکر بہت سی صحیح احادیث میں آ چکا ہے- واللہ اعلم- حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں' رہتی دنیا تک ہر صبح شام آل فرعون کی روحیں جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ بدکارو تمہاری اصلی جگہ یہی ہے تاکہ ان کے رنج و غم بڑھیں' ان کی ذلت و توہین ہو-

پس آج بھی وہ عذاب میں ہی ہیں اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے- ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ شہیدوں کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہیں' وہ جنت میں جہاں کہیں چاہیں چلتی پھرتی ہیں اور مومنوں کے بچوں کی روحیں چڑیاؤں کے قالب میں ہیں اور جہاں وہ چاہیں' جنت میں چلتی رہتی ہیں اور عرش تلے کی قندیلوں میں آرام حاصل کرتی ہیں اور آل فرعون کی روحیں سیاہ رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں- صبح بھی جہنم کے پاس جاتی ہیں اور شام کو بھی یہی ان کا پیش ہونا ہے- معراج والی لمبی روایت میں ہے کہ پھر مجھے ایک بہت بڑی مخلوق کی طرف لے چلے جن میں سے ہر ایک کا پیٹ مثل بہت بڑے گھر کے تھا جو آل فرعون کے پاس قید تھے اور آل فرعون صبح شام آگ پر لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی' اللہ تعالیٰ فرمائے گا' ان فرعونیوں کو سخت تر عذابوں میں لے جاؤ اور یہ فرعونی لوگ نکیل والے اونٹوں کی طرح منہ نیچے کئے پتھر اور درخت پر چڑھ رہے ہیں اور بالکل بے عقل و بے شعور ہیں- ابن ابی حاتم میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو احسان کرے خواہ مسلم ہو خواہ کافر' اللہ تعالیٰ اسے ضرور بدلہ دیتا ہے- ہم نے پوچھا' یارسول اللہؐ کافر کو کیا بدلہ ملتا ہے؟ فرمایا' اگر اس نے صلہ رحمی کی ہے یا صدقہ دیا ہے یا اور کوئی اچھا کام کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ اس کے مال میں' اس کی اولاد میں' اس کی صحت میں اور ایسی ہی اور چیزوں میں عطا فرماتا ہے- ہم نے پھر پوچھا اور آخرت میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا بڑے درجے سے کم درجے کا عذاب- پھر آپ نے اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ الخ' پڑھی-

ابن جریر میں ہے کہ حضرت اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ ذرا ہمیں یہ بتاؤ' ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے سفید پرندوں کا غول کا غول سمندر سے نکلتا ہے اور اس کے مغربی کنارے اڑتا ہوا صبح کے وقت جاتا ہے' اس قدر زیادتی کے ساتھ کہ ان کی تعداد کوئی گن نہیں سکتا- شام کے وقت ایسا ہی جھنڈ کا جھنڈ واپس آتا ہے لیکن اس وقت ان کے رنگ بالکل سیاہ ہوتے ہیں- آپ نے فرمایا' تم نے اسے خوب معلوم کر لیا- ان پرندوں کے قالب میں آل فرعون کی روحیں ہیں جو صبح شام آگ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں' پھر اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹ جاتی ہیں- ان کے پر جل گئے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ سیاہ ہو جاتے ہیں- پھر رات کو وہ اگ جاتے ہیں اور سیاہ جھڑ جاتے ہیں- پھر وہ اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں- یہی حالت ان کی دنیا میں ہے اور قیامت کے دن ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اس آل

فرعون کو سخت عذابوں میں داخل کر دو۔ کہتے ہیں کہ ان کی تعداد چھ لاکھ کی ہے جو فرعونی فوج تھی۔ مسند احمد میں ہے' حضورؐ فرماتے ہیں کہ تم میں سے جب کبھی کوئی مرتا ہے' ہر صبح شام اس کی جگہ اس کے سامنے پیش کی جاتی ہے' اگر وہ جنتی ہے تو جنت اور اگر وہ جہنمی ہے تو جہنم۔ اور کہا جاتا ہے کہ تیری اصل جگہ یہ ہے جہاں تجھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھیجے گا۔ یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بھی ہے۔

وَاِذْ يَتَحَاجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾

ع ۱۲

جبکہ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور لوگ جو تابع تھے' تکبر والوں سے جن کے یہ تابع تھے' کہیں گے کہ ہم تو تمہارے پیرو تھے۔ تو کیا اب تم ہم سے اس آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکتے ہو؟ ○ وہ بڑے لوگ جواب دیں گے کہ ہم تو سبھی اس آگ میں ہی ہیں' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کر چکا ہے ○ تمام جہنمی مل کر جہنم کے داروغوں سے کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ کسی دن تو ہمارے عذاب میں کمی کر دے ○ وہ جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسول معجزے لے کر نہیں آئے تھے؟ یہ کہیں گے' ہاں آئے تھے' تو وہ کہیں گے کہ پھر تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا محض بے اثر و بے راہ ہے ○

دوزخیوں کے لئے ایک اور عذاب : ☆☆ (آیت: ۴۷-۵۰) جہنمی لوگ جہنم کے اور عذابوں کو برداشت کرتے ہوئے ایک اور عذاب کے بھی شکار ہوں گے جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے۔ یہ عذاب فرعون کو بھی ہوگا اور دوسرے دوزخیوں کو بھی یعنی آپس میں تھوکنا' تذلیل اور لڑائی جھگڑے۔ چھوٹے بڑوں سے یعنی تابعداری کرنے اور حکم احکام کے ماننے والے جن کی بڑائی اور بزرگی کے قائل تھے اور جن کی باتیں تسلیم کیا کرتے تھے اور جن کے کہے ہوئے پر عامل تھے' ان سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم تو آپ کے تابع فرمان رہے۔ جو آپ نے کہا' ہم بجا لاتے۔ کفر اور گمراہی کے احکام بھی جو آپ کی بارگاہ سے صادر ہوئے' آپ کے تقدس اور علم و فضل' سرداری اور حکومت کی بنا پر ہم سب کو مانتے رہے' اب یہاں آپ ہمیں کچھ تو کام آیئے۔ ہمارے عذابوں کا ہی کوئی حصہ اپنے اوپر اٹھا لیجئے' یہ رؤسا اور امرا سادات اور بزرگ جواب دیں گے کہ ہم بھی تو تمہارے ساتھ جل بھن رہے ہیں۔ ہمیں جو عذاب ہو رہے ہیں' وہ کیا کم ہیں جو ہم تمہارے عذاب اٹھائیں؟ اللہ کا حکم جاری ہو چکا ہے۔ رب فیصلے صادر فرما چکا ہے۔ ہر ایک کو اس کے بداعمال کے مطابق سزا دے چکا ہے۔ اب اس میں کمی ناممکن ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے' ہر ایک کے لئے بڑھا چڑھا عذاب گو تم نہ سمجھو۔ جب اہل دوزخ سمجھ لیں گے کہ اللہ ان کی دعا قبول نہیں فرماتا بلکہ کان بھی نہیں لگاتا بلکہ انہیں ڈانٹ دیا ہے اور فرما چکا ہے کہ یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام بھی نہ کرو تو وہ جہنم کے داروغوں سے کہیں گے جو وہاں کے ایسے ہی پاسبان ہیں جیسے دنیا کے جیل خانوں کے نگہبان داروغے اور محافظ سپاہ ہوتے ہیں۔ ان سے کہیں گے کہ تم ہی ذرا اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ کسی ایک دن ہی وہ ہمارے عذاب ہلکے کر دے۔ وہ انہیں جواب دیں گے کہ کیا رسولوں کی زبانی احکام ربانی دنیا میں تمہیں پہنچے نہ تھے؟ یہ کہیں

گے' ہاں پہنچے تھے۔ تو فرشتے کہیں گے' پھر اب تم آپ ہی اللہ سے کہہ سن لو۔ ہم تو تمہاری طرف سے کوئی عرض اس کی جناب میں کر نہیں سکتے۔ بلکہ ہم خود تم سے بیزار اور تمہارے دشمن ہیں' سنو ہم تمہیں کہے دیتے ہیں کہ خواہ تم دعا کرو خواہ تمہارے لئے اور کوئی دعا کرے' ناممکن ہے کہ تمہارے عذابوں میں کمی ہو۔ کافروں کی دعا نامقبول اور مردود ہے۔

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ ۖ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ﴿٥٣﴾ هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٥٤﴾

یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد زندگانی دنیا میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے ○ جس دن ظالموں کو ان کی عذر معذرت کچھ نفع نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت ہی ہوگی اور ان کے لئے اس گھر کی خرابی ہی ہوگی ○ ہم نے موسیٰ کو ہدایت نامہ عطا فرمایا اور بنو اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا ○ کہ وہ ہدایت و نصیحت تھی عقلمندوں کے لئے ○

رسولوں اور اہل ایمان کو دنیا و آخرت میں مدد کی بشارت: ☆☆ (آیت:۵۱-۵۴) آیت میں رسولوں کی مدد کرنے کا اللہ کا وعدہ ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض رسولوں کو ان کی قوموں نے قتل کر دیا' جیسے حضرت یحییٰ' حضرت زکریا' حضرت شعیب صلوات اللہ علیہم وسلامہ' اور بعض انبیاء کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف ہجرت کرائی۔ پھر کیا کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ وعدہ پورا کیوں نہیں ہوا؟ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہاں گو عام خبر ہے لیکن مراد بعض سے ہے' اور یہ لغت میں عموماً پایا جاتا ہے کہ مطلق ذکر ہو اور مراد خاص افراد ہوں۔ دوسرے یہ کہ مدد کرنے سے مراد بدلہ لینا ہو۔ پس کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جسے ایذا پہنچانے والوں سے قدرت نے زبردست انتقام نہ لیا ہو۔

چنانچہ حضرت یحییٰ' حضرت زکریا' حضرت شعیب علیہم السلام کے قاتلوں پر اللہ نے ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا اور انہوں نے انہیں زیر و زبر کر ڈالا' ان کے خون کی ندیاں بہا دیں اور انہیں نہایت ذلت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارا۔ نمرود مردود کا مشہور واقعہ دنیا جانتی ہے کہ قدرت نے اسے کیسی پکڑ میں پکڑا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جن یہودیوں نے سولی دینے کی کوشش کی تھی' ان پر جناب باری عزیز و حکیم نے رومیوں کو غالب کر دیا اور ان کے ہاتھوں ان کی سخت ذلت و اہانت ہوئی۔ اور ابھی قیامت کے قریب جب آپ اتریں گے تب دجال کے ساتھ ان یہودیوں کی جو اس کے لشکری ہوں گے' قتل کریں گے اور امام عادل اور حاکم باانصاف بن کر تشریف لائیں گے' صلیب کو توڑیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ باطل کر دیں گے۔ بجز اسلام کے اور کچھ قبول نہ فرمائیں گے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان مدد اور یہی دستور قدرت ہے جو پہلے سے ہے اور اب تک جاری ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کی دنیوی امداد بھی فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں سے خود انتقام لے کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا ہے' جو شخص میرے نبیوں سے دشمنی کرے' اس نے مجھے لڑائی کے لئے طلب کیا۔

دوسری حدیث میں ہے' میں اپنے دوستوں کی طرف سے بدلہ ضرور لے لیا کرتا ہوں جیسے کہ شیر بدلہ لیتا ہے۔ اسی بنا پر اس مالک

الملک نے قوم نوح سے، عاد سے، ثمودیوں سے، اصحاب الرس سے، قوم لوط سے، اہل مدین سے اور ان جیسے ان تمام لوگوں سے جنہوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور حق کا خلاف کیا تھا، بدلہ لیا۔ ایک ایک کو چن چن کر تباہ و برباد کیا اور جتنے مومن ان میں تھے، ان سب کو بچا لیا۔ امام سدیؒ فرماتے ہیں، جس قوم میں اللہ کے رسولؑ آئے یا ایمان دار بندے انہیں پیغام الٰہی پہنچانے کے لئے کھڑے ہوئے اور اس قوم نے ان نبیوں کی یا ان مومنوں کی بے حرمتی کی اور انہیں مارا پیٹا، قتل کیا، ضرور بالضرور اسی زمانے میں عذاب الٰہی ان پر برس پڑے۔ نبیوں کے قتل کے بدلے لینے والے اٹھ کھڑے ہوئے اور پانی کی طرح ان کے خون سے پیاسی زمین کو سیراب کیا۔ پس گو انبیاء اور مومنین یہاں قتل کئے گئے لیکن ان کا خون رنگ لایا اور ان کے دشمنوں کا بھس کی طرح بھرکس نکال دیا۔ ناممکن ہے کہ ایسے بندگان خاص کی امداد و اعانت نہ ہو اور ان کے دشمنوں سے پورا انتقام نہ لیا گیا ہو۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾

پس اے نبی تو صبر کر۔ اللہ کا وعدہ بلا شک وشبہ سچا ہی ہے۔ تو اپنے گناہ کی معافی مانگتا رہ اور صبح شام اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتا رہ ○ جو لوگ باوجود اپنے پاس کسی سند کے نہ ہونے کے آیات الٰہی میں جھگڑے کیا کرتے ہیں، ان کے دلوں میں بجز نری بڑائی کے اور کچھ نہیں وہ اس شان تک پہنچنے والے ہی نہیں، سو تو اللہ کی پناہ مانگتا رہ، بیشک وہ پورا سننے والا اور سب سے زیادہ دیکھنے والا ہے ○

اشرف الانبیاء حبیب اللہ ﷺ کے حالات زندگی دنیا اور دنیا والوں کے سامنے ہیں کہ اللہ نے آپؐ کو اور آپؐ کے صحابہؓ کو غلبہ دیا اور دشمنوں کی تمام تر کوششوں کو بے نتیجہ رکھا۔ ان تمام پر آپؐ کو کھلا غلبہ عطا فرمایا۔ آپؐ کے کلمے کو بلند و بالا کیا، آپؐ کا دین دنیا کے تمام ادیان پر چھا گیا۔ قوم کی زبردست مخالفتوں کے وقت اپنے نبی کو مدینے پہنچا دیا اور مدینے والوں کو سچا جاں نثار بنا کر پھر مشرکین کا سارا زور بدر کی لڑائی میں ڈھا دیا۔ ان کے کفر کے تمام وزنی ستون اس لڑائی میں اکھیڑ دیئے۔ سرداران مشرک یا تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے یا مسلمانوں کے ہاتھوں میں قیدی بن کر نامرادی کے ساتھ گردن جھکائے نظر آنے لگے، قید و بند میں جکڑے ہوئے ذلت و اہانت کے ساتھ مدینے کی گلیوں میں کسی کے ہاتھوں پر اور کسی کے پاؤں پر دوسرے کی گرفت تھی۔ اللہ کی حکمت نے ان پر پھر احسان کیا اور ایک مرتبہ پھر موقعہ دیا، فدیہ لے کر آزاد کر دیئے گئے لیکن پھر بھی جب مخالفت رسولؐ سے باز نہ آئے اور اپنے کرتوتوں پر اڑے رہے تو وہ وقت بھی آیا کہ جہاں سے نبیؐ کو چھپ چھپا کر رات کے اندھیرے میں پا پیادہ ہجرت کرنی پڑی تھی، وہاں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے اور گردن پر ہاتھ باندھے دشمنان رسولؐ سامنے لائے گئے۔ اور بلاد حرم کی عظمت و عزت رسولؐ محترم کی وجہ سے پوری ہوئی اور تمام شرک و کفر اور ہر طرح کی بے ادبیوں سے اللہ کا گھر پاک صاف کر دیا گیا۔

بالآخر یمن بھی فتح ہوا اور پورا جزیرہ عرب قبضہ رسولؐ میں آ گیا۔ اور جوق در جوق لوگ اللہ کے دین میں داخل ہو گئے۔ پھر رب العالمین نے اپنے رسول رحمتہ اللعالمین کو اپنی طرف بلا لیا اور وہاں کی کرامت و عظمت سے اپنی مہمانداری میں رکھ کر نوازا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر آپؐ کے بعد آپؐ کے نیک نہاد صحابہؓ کو آپؐ کا جانشین بنایا جو محمدیؐ جھنڈا لئے کھڑے ہو گئے اور اللہ کی توحید کی طرف اللہ کی مخلوق کو

بلانے لگے۔ جو روڑا راہ میں آیا' اسے الگ کیا۔ جو خار چمن میں نظر پڑا' اسے کاٹ ڈالا۔ گاؤں گاؤں' شہر شہر' ملک ملک دعوت اسلام پہنچا دی' جو مانع ہوا' اسے منع کا مزہ چکھایا۔ اسی ضمن میں مشرق و مغرب میں سلطنت اسلامی پھیل گئی۔ زمین پر اور زمین والوں کے جسموں پر ہی صحابہ کرام نے فتح حاصل نہیں کی بلکہ ان کے دلوں پر بھی فتح پائی' اسلامی نقوش دلوں میں جما دیئے اور سب کو کلمہ توحید کے نیچے جمع کر دیا۔ دین محمدؐ نے زمین کا چپہ چپہ اور کونا کونا اپنے قبضے میں کر لیا۔ دعوت محمدیہ بہرے کانوں تک بھی پہنچ چکی۔ صراط محمدیؐ اندھوں نے بھی دیکھ لیا۔ اللہ اس پاکباز جماعت کو ان کی اولوالعزمیوں کا بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔ آمین!

الحمدللہ آج تک اللہ کا دین غالب و منصور ہے۔ آج تک مسلمانوں میں حکومت و سلطنت موجود ہے۔ آج تک ان کے ہاتھوں میں اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا کلام موجود ہے۔ اور آج تک ان کے سروں پر رب کا ہاتھ ہے۔ اور قیامت تک یہ دین مظفر و منصور ہی رہے گا' جو اس کے مقابلے پر آئے گا' منہ کی کھائے گا۔ اور پھر کبھی منہ نہ دکھائے گا۔ یہی مطلب ہے اس مبارک آیت کا۔ قیامت کے دن بھی دینداروں کی مدد و نصرت ہوگی اور بہت بڑی اور بہت اعلیٰ پیمانے تک۔

گواہوں سے مراد فرشتے ہیں۔ دوسری آیت میں یوم بدل ہے پہلی آیت کے اسی لفظ سے۔ بعض قراءتوں میں یوم ہے تو یہ گویا پہلے یوم کی تفسیر ہے۔ ظالموں سے مراد مشرک ہیں۔ ان کا عذر و فدیہ قیامت کے دن مقبول نہ ہوگا۔ وہ رحمت رب سے اس دن دور دھکیل دیئے جائیں گے۔ ان کے لئے برا گھر یعنی جہنم ہوگا۔ ان کی عاقبت خراب ہوگی' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے ہدایت و نور بخشا۔ بنی اسرائیل کا انجام بہتر کیا۔ فرعون کے مال و زمین کا انہیں وارث بنایا کیونکہ یہ اللہ کی اطاعت اور اتباع رسولؐ میں ثابت قدمی کے ساتھ سختیاں برداشت کرتے رہے تھے۔ جس کتاب کے یہ وارث ہوئے' وہ عقلمندوں کے لئے سرتاپا باعث ہدایت و عبرت تھی' اے نبیؐ آپ صبر کیجئے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے' آپ کا ہی بول بالا ہوگا' انجام کے لحاظ سے آپ والے ہی غالب رہیں گے۔ رب اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا' بلا شک و شبہ دین الٰہی اونچا ہو کر ہی رہے گا۔ تو اپنے رب سے استغفار کرتا رہ۔ آپ کو حکم دے کر دراصل آپ کی امت کو استغفار پر آمادہ کرنا ہے۔ دن کے آخری اور رات کے انتہائی وقت خصوصیت کے ساتھ رب کی پاکیزگی اور تعریف بیان کیا کر' جو لوگ باطل پر جم کر حق کو ہٹا دیتے ہیں' دلائل کو غلط بحث سے ٹال دیتے ہیں' ان کے دلوں میں بجز تکبر کے اور کچھ نہیں' ان میں اتباع حق سے سرکشی ہے۔ یہ رب کی باتوں کی عزت جانتے ہی نہیں۔ لیکن جو تکبر اور جو خودی اور جو اپنی اونچائی وہ چاہتے ہیں' وہ انہیں ہرگز حاصل نہیں ہونے کی۔ ان کے مقصود باطل ہیں۔ ان کے مطلوب لاحاصل ہیں۔ اللہ کی پناہ طلب کر کہ ان جیسا حال کسی بھلے آدمی کا نہ ہو اور ان نخوت پسند لوگوں کی شرارت سے بھی اللہ کی پناہ چاہا کر۔ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ کہتے تھے کہ دجال انہی میں سے ہوگا اور اس کے زمانے میں یہ زمانے کے بادشاہ ہو جائیں گے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ فتنہ دجال سے اللہ کی پناہ طلب کیا کر۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔ لیکن آیت کو یہودیوں کے بارے میں نازل شدہ بتانا اور دجال کی بادشاہی اور اس کے فتنے سے پناہ کا حکم' یہ سب چیزیں تکلف سے پر ہیں۔ مانا کہ یہ تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے مگر یہ قول ندرت سے خالی نہیں۔ ٹھیک یہی ہے کہ عام ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۥ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾

آسمان وزمین کی پیدائش یقیناً انسان کی پیدائش سے بہت بڑا کام ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اکثر لوگ بے علم ہیں ○ اندھا اور دیکھتا برابر نہیں' نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور بھلے کام کئے۔ بدکاروں کے برابر ہیں۔ تم بہت کم نصیحت حاصل کر رہے ہو ○ قیامت بالیقین اور بے شبہ آنے والی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بہت سے لوگ نہ مانیں ○ تمہارے رب کا فرمان سرزد ہو چکا ہے کہ مجھ سے دعا کرتے رہو۔ میں تمہاری دعاؤں کو قبول فرماتا رہوں گا' یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے ○

انسان کی دوبارہ پیدائش کے دلائل: ☆☆ (آیت: ۵۷-۵۹) اللہ تعالیٰ قادر مطلق فرماتا ہے کہ مخلوق کو وہ قیامت کے دن نئے سرے سے ضرور زندہ کرے گا جبکہ اس نے آسمان وزمین جیسی زبردست مخلوق کو پیدا کر دیا تو انسان کا پیدا کرنا یا اسے بگاڑ کر بنانا اس پر کیا مشکل ہے؟ اور آیت میں ارشاد ہے کہ کیا ایسی بات اور اتنی واضح حقیقت بھی جھٹلائے جانے کے قابل ہے کہ جس اللہ نے زمین وآسمان کو پیدا کر دیا اور اس اتنی بڑی چیز کی پیدائش سے نہ وہ تھکا نہ عاجز ہوا' اس پر مردوں کا جلانا کیا مشکل ہے؟ ایسی صاف دلیل بھی جس کے سامنے جھٹلانے کی چیز ہو' اس کی معلومات یقیناً نوحہ کرنے کے قابل ہیں۔ اس کی جہالت میں کیا شک ہے؟ جو ایسی موٹی بات بھی نہ سمجھ سکے؟ تعجب ہے کہ بڑی سے بڑی چیز تو تسلیم کی جائے اور اس سے بہت چھوٹی چیز کو محال محض مانا جائے' اندھے اور دیکھنے والے کا فرق ظاہر ہے۔ ٹھیک اسی طرح مسلم ومجرم کا فرق ہے۔ اکثر لوگ کس قدر کم نصیحت قبول کرتے ہیں' یقین مانو کہ قیامت کا آنا حتمی ہے۔ پھر بھی اس کی تکذیب کرنے اور اسے باور نہ کرنے سے بیشتر لوگ باز نہیں آتے۔ ایک یمنی شیخ اپنی سنی ہوئی روایت بیان کرتے ہیں' قرب قیامت کے وقت لوگوں پر بلائیں برس پڑیں گی اور سورج کی حرارت سخت تیز ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔

دعا کی ہدایت اور قبولیت کا وعدہ: ☆☆ (آیت: ۶۰) اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس احسان پر قربان جائیں کہ وہ ہمیں دعا کی ہدایت کرتا ہے اور قبولیت کا وعدہ فرماتا ہے۔ امام سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ اپنی دعاؤں میں فرمایا کرتے تھے' اے وہ اللہ جسے وہ بندہ بہت ہی پیارا لگتا ہے جو بکثرت اس سے دعائیں کیا کرے اور وہ بندہ اسے سخت برا معلوم ہوتا ہے جو اس سے دعا نہ کرے۔ اے میرے رب یہ صفت تو صرف تیری ہی ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

اَللّٰهُ يَغْضَبُ اِنْ تَرَكْتَ سُؤَالَهٗ　　وَبُنَيُّ اٰدَمَ حِيْنَ يُسْاَلُ يَغْضَبُ

یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب تو اس سے نہ مانگے تو وہ ناخوش ہوتا ہے اور انسان کی یہ حالت ہے کہ اس سے مانگو تو وہ روٹھ جاتا ہے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' اس امت کو تین چیزیں ایسی دی گئی ہیں کہ ان سے پہلے کی کسی امت کو نہیں دی گئیں بجز نبی کے۔ دیکھو ہر نبی کو اللہ کا فرمان یہ ہوا ہے کہ تو اپنی امت پر گواہ ہے۔ لیکن تمام لوگوں پر گواہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کیا ہے۔ اگلے نبیوں سے کہا جاتا تھا کہ تجھ پر دین میں حرج نہیں۔ لیکن اس امت سے فرمایا گیا کہ تمہارے دین میں تم پر کوئی حرج

نہیں۔ ہر نبی سے کہا جاتا تھا کہ مجھے پکار' میں تیری پکار قبول کروں گا لیکن اس امت کو فرمایا گیا کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار قبول فرماؤں گا۔ (ابن ابی حاتم)

ابو یعلی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ سے فرمایا چار خصلتیں ہیں جن میں سے ایک میرے لئے ہے' ایک تیرے لئے' ایک تیرے اور میرے درمیان اور ایک تیرے درمیان اور میرے دوسرے بندوں کے درمیان۔ جو خاص میرے لئے ہے وہ تو یہ کہ تو صرف میری ہی عبادت کر اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ اور جو تیرا حق مجھ پر ہے' وہ یہ کہ تیرے ہر عمل خیر کا بھرپور بدلہ میں تجھے دوں گا۔ اور جو تیرے میرے درمیان ہے' وہ یہ کہ تو دعا کر اور میں قبول کیا کروں اور چوتھی خصلت جو تیرے اور میرے اور دوسرے بندوں کے درمیان ہے' وہ یہ کہ تو ان کے لئے وہ چاہ جو اپنے لئے پسند رکھتا ہے۔ مسند احمد میں حضورؐ کا فرمان ہے کہ دعا عین عبادت ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ یہ حدیث سنن میں بھی ہے۔ امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ ابن حبانؒ اور حاکم بھی اسے اپنی صحیح میں لائے ہیں۔

مسند میں ہے' جو شخص اللہ سے دعا نہیں کرتا' اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ کی موت کے بعد ان کی تلوار کے درمیان میں سے ایک پرچہ نکلا جس میں تحریر تھا کہ تم اپنے رب کی رحمتوں کے مواقع کو تلاش کرتے رہو۔ بہت ممکن ہے کہ کسی ایسے وقت تم دعائے خیر کرو کہ اس وقت رب کی رحمت جوش میں ہو اور تمہیں وہ سعادت مل جائے جس کے بعد کبھی بھی حسرت و افسوس نہ کرنا پڑے۔ آیت میں عبادت سے مراد دعا اور توحید ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کی شکل میں جمع کئے جائیں گے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ان کے اوپر ہوگی' انہیں بولس نامی جہنم کے جیل خانے میں ڈالا جائے گا اور بھڑکتی ہوئی سخت آگ ان کے سروں پر شعلے مارے گی۔ انہیں جہنمیوں کا لہو' پیپ اور پاخانہ پیشاب پلایا جائے گا۔

ابن ابی حاتم میں ہے' ایک بزرگ فرماتے ہیں' میں ملک روم میں کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا تھا۔ ایک دن میں نے سنا کہ ہاتف غیب ایک پہاڑ کی چوٹی سے بہ آواز بلند کہہ رہا ہے۔ اے اللہ! اس پر تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے تیرے سوا دوسرے کی ذات سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے۔ اے اللہ! اس پر بھی تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے اپنی حاجتیں دوسروں کے پاس لے جاتا ہے۔ پھر ذرا ٹھہر کر ایک پرزور آواز اور لگائی اور کہا' پورا تعجب اس شخص پر ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے دوسرے کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے وہ کام کرتا ہے جس سے تو ناراض ہو جائے۔ یہ سن کر میں نے بلند آواز سے پوچھا کہ تو کوئی جن ہے یا انسان؟ جواب آیا کہ انسان ہوں۔ تو ان کاموں سے اپنا دھیان ہٹا لے جو تجھے فائدہ نہ دیں۔ اور ان کاموں میں مشغول ہو جا جو تیرے فائدے کے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رات بنا دی کہ تم اس میں آرام حاصل کرو اور دن کو دکھلانے والا بنا دیا' بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل و کرم والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر گذاری

نہیں کرتے ○ یہی اللہ ہے تم سب کا پالنے پوسنے والا' ہر چیز کا خالق۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ○ پھر کس طرح تم پھرے جاتے ہو؟ اسی طرح وہ لوگ بھی پھیرے جاتے رہے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے ○

احسانات وانعامات کا تذکرہ: ☆☆ (آیت:۶۱-۶۲) اللہ تعالیٰ احسان بیان فرماتا ہے کہ اس نے رات کو سکون وراحت کی چیز بنائی اور دن کو روشن چمکیلا تاکہ ہر شخص کو اپنے کام کاج میں' سفر میں' طلب معاش میں سہولت ہو۔ اور دن بھر کا کسل اور تھکان رات کے سکون وآرام سے اتر جائے۔ مخلوق پر اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل وکرم کرنے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ رب کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ ان چیزوں کو پیدا کرنے والا اور یہ راحت وآرام کے سامان مہیا کر دینے والا ہی اللہ واحد ہے جو تمام چیزوں کا خالق ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں' نہ اس کے سوا اور کوئی مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے۔

پھر تم کیوں اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہو جو خود مخلوق ہیں۔ کسی چیز کو انہوں نے پیدا نہیں کیا بلکہ جن بتوں کی تم پرستش کر رہے ہو' وہ تو خود تمہارے اپنے ہاتھوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔ ان سے پہلے کے مشرکین بھی اسی طرح بہکے اور بے دلیل وحجت غیر اللہ کی عبادت کرنے لگے۔ خواہش نفسانی کو سامنے رکھ کر اللہ کے دلائل کی تکذیب کی۔ اور جہالت کو آگے رکھ کر بہکتے بھٹکتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لئے قرارگاہ بنایا یعنی ٹھہری ہوئی اور فرش کی طرح بچھی ہوئی کہ اس پر تم اپنی زندگی گزارو' چلو پھرو' آؤ جاؤ۔ پہاڑوں کو اس پر گاڑ کر اسے ٹھہرا دیا کہ اب ہل جل نہیں سکتی۔ اس نے آسمان کو چھت بنایا جو ہر طرح محفوظ ہے۔ اسی نے تمہیں بہترین صورتوں میں پیدا کیا۔ ہر جوڑ ٹھیک ٹھاک اور نظر فریب بنایا۔ موزوں قامت' مناسب اعضا' سڈول بدن' خوبصورت چہرہ عطا فرمایا۔ نفیس اور بہتر چیزیں کھانے پینے کو دیں۔ پیدا کیا' بسایا' اس نے کھلایا پلایا' اس نے پہنایا اوڑھایا۔

پس صحیح معنی میں خالق ورازق وہی رب العالمین ہے۔ جیسے سورۂ بقرہ میں فرمایا یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ الخ یعنی لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا تاکہ تم بچو۔ اسی نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے بارش نازل فرما کر اس کی وجہ سے زمین سے پھل نکال کر تمہیں روزیاں دیں۔ پس تم ان باتوں کے جاننے کے باوجود اللہ کے شریک اوروں کو نہ بناؤ۔ یہاں بھی اپنی یہ صفتیں بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہی اللہ تمہارا رب ہے اور سارے جہان کا رب بھی وہی ہے۔ وہ بابرکت ہے۔ وہ بلندی' پاکیزگی' برتری اور بزرگی والا ہے۔ وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ وہ زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں۔ وہی اول وآخر ظاہر وباطن ہے۔ اس کا کوئی وصف کسی دوسرے میں نہیں۔ اس کا نظیر یا برابر کوئی نہیں۔ تمہیں چاہیے کہ اس کی توحید کو مانتے ہوئے اس سے دعائیں کرتے رہو اور اس کی عبادت میں مشغول رہو۔ تمام تر تعریفوں کا مالک اللہ رب العالمین ہی ہے۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں' اہل علم کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے والے کو ساتھ ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ بھی پڑھنا چاہیے تاکہ اس آیت پر عمل ہو جائے۔ ابن عباسؓ سے بھی یہ مروی ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں' جب تو فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ پڑھے تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ لیا کر اور اس کے ساتھ ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھ لیا کر۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہر نماز کے سلام کے بعد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ان کلمات کو ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ (مسلم' ابوداؤد' نسائی)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرار گاہ اور آسمان کو چھت بنا دیا اور تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں اور تمہیں عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو عطا فرمائیں۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے' پس بہت ہی برکتوں والا اللہ ہے ○ سارے جہان کا پرورش کرنے والا۔ جو زندہ ہے۔ جس کے سوا کوئی الوہیت والا نہیں' پس تم خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے اسے پکارو' تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے ○ تو کہہ دے کہ مجھے ان کی عبادت سے روک دیا گیا ہے جنہیں تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو اس بنا پر کہ میرے پاس میرے رب کی دلیلیں پہنچ چکی ہیں۔ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام جہانوں کے رب کا تابع فرمان ہو جاؤں ○

رسول اللہ کی مشرکین کو دعوت توحید: ☆☆ (آیت:٦٦) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبیؐ! تم ان مشرکوں سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ اپنے سوا ہر کسی کی عبادت سے اپنی مخلوق کو منع فرما چکا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی مستحق عبادت نہیں۔ اس کی بہت بڑی دلیل اس کے بعد کی آیت ہے جس میں فرمایا کہ اسی وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ نے تمہیں مٹی سے' پھر نطفے سے' پھر خون کی پھٹکی سے پیدا کیا۔ اسی نے تمہیں ماں کے پیٹ سے بچے کی صورت میں نکالا۔ ان تمام حالات کو وہی بدلتا رہا۔ پھر اسی نے بچپن سے جوانی تک تمہیں پہنچایا۔ وہی جوانی کے بعد بڑھاپے تک لے جائے گا۔ یہ سب کام اسی ایک کے حکم تقدیر اور تدبیر ہوتے ہیں۔ پھر کس قدر نامرادی ہے کہ اس کے ساتھ دوسرے کی عبادت کی جائے؟ بعض اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ یعنی کچے پنے میں ہی گر جاتے ہیں۔ حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ بعض بچپن میں' بعض جوانی میں' بعض ادھیڑ عمر میں بڑھاپے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ چنانچہ اور جگہ قرآن پاک میں ہے وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ یعنی ہم ماں کے پیٹ میں ٹھہراتے ہیں جب تک چاہیں۔ یہاں فرمان ہے کہ تاکہ تم وقت مقررہ تک پہنچ جاؤ۔ اور تم سوچو سمجھو۔ یعنی اپنی حالتوں کے اس انقلاب سے تم ایمان لے آؤ کہ اس دنیا کے بعد بھی تمہیں نئی زندگی میں ایک روز کھڑا ہونا ہے' وہی زندگی دینے والا اور مارنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی موت و زیست پر قادر نہیں۔ اس کے کسی حکم کو' کسی فیصلے کو' کسی تقرر کو' کسی ارادے کو کوئی توڑنے والا نہیں۔ جو وہ چاہتا ہے' ہو کر ہی رہتا ہے اور جو وہ نہ چاہے' ناممکن ہے کہ وہ ہو جائے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ
عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا

شُيُوخًا ۚ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ مِن قَبْلُ ۖ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى
وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ فَإِذَا قَضَىٰ
أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٦٨﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ
يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ أَنَّىٰ يُصْرَفُونَ ﴿٦٩﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا
بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٧٠﴾

جس نے تمہیں مٹی سے' پھر نطفے سے' پھر خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا- پھر تمہیں بچہ کر کے نکالتا ہے- پھر تمہیں بڑھاتا ہے کہ تم اپنی پوری قوت کو پہنچ جاؤ- پھر بوڑھے بڑے ہو جاؤ- تم میں سے بعض اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں' وہ تمہیں چھوڑ دیتا ہے تاکہ تم مدت معین تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم سوچ سمجھ لو ○ وہی ہے جو جلاتا ہے اور مار ڈالتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا کرنا مقرر کرتا ہے تو اسے صرف یہ کہتا ہے کہ ہو جا- پس وہ ہو جاتا ہے ○ کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں' وہ کس طرح پھیر دیئے جاتے ہیں ○ جن لوگوں نے کتاب کو جھٹلایا اور اسے بھی جو ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا' انہیں ابھی ابھی حقیقت حال معلوم ہو جائے گی ○

کفار کو عذاب جہنم اور طوق و سلاسل کی وعید: ☆☆ (آیت: ۶۹-۷۰) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ! کیا تمہیں ان لوگوں پر تعجب نہیں ہوتا جو اللہ کی باتوں کو جھٹلاتے ہیں اور اپنے باطل کے سہارے حق سے اڑتے ہیں؟ تم نہیں دیکھ رہے کہ کس طرح ان کی عقلیں ماری گئی ہیں؟ اور بھلائی کو چھوڑ کر برائی کو کیسے بری طرح چمٹ گئے ہیں؟ پھر ان بدکردار کفار کو ڈرا رہا ہے کہ ہدایت و بھلائی کو جھوٹ جاننے والے کلام اللہ اور کلام رسول کے منکر اپنا انجام ابھی دیکھ لیں گے- جیسے فرمایا جھٹلانے والوں کے لئے ہلاکت ہے جبکہ گردنوں میں طوق اور زنجیریں پڑی ہوئی ہوں گی اور داروغہ جہنم گھسیٹے گھسیٹے پھر رہے ہوں گے- کبھی حمیم میں اور کبھی جحیم میں- گرم کھولتے ہوئے پانی میں سے گھسیٹے جائیں گے اور آگ جہنم میں جھلسائے جائیں گے- جیسے اور جگہ ہے یہ ہے' وہ جہنم جسے گنہگار لوگ جھوٹا جانا کرتے تھے- اب یہ اس کے اور آگ جیسے گرم پانی کے درمیان مارے مارے پریشان پھرا کریں- اور آیتوں میں ان کا زقوم کھانا اور گرم پانی پینا بیان فرما کر فرمایا ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ کہ پھر ان کی بازگشت تو جہنم ہی کی طرف ہے-

سورۂ واقعہ میں اصحاب شمال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا' بائیں ہاتھ والے کس قدر برے ہیں؟ وہ آگ میں ہیں اور گرم پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں جو نہ ٹھنڈا ہے نہ سودمند' آگے چل کر فرمایا' اے بہکے ہوئے جھٹلانے والو البتہ سینڈ کا درخت کھاؤ گے- اسی سے اپنے پیٹ بھرو گے- پھر اس پر جلتا جلتا پانی پیو گے اور اس طرح جس طرح تونس والا اونٹ پیتا ہے- آج انصاف کے دن ان کی مہمانی یہی ہو گی- اور جگہ فرمایا ہے مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ الخ یعنی یقیناً گنہگاروں کا کھانا زقوم کا درخت ہے جو مثل پگھلے ہوئے تانبے کے ہے جو پیٹوں میں کھولتا رہتا ہے- جیسے تیز گرم پانی- اسے پکڑو اور دھکیلتے ہوئے بیچوں بیچ جہنم میں پہنچاؤ- پھر اس کے سر پر تیز گرم جلتے جلتے پانی کا عذاب بہاؤ' لے چکھ تو بڑا ہی ذی عزت اور بڑی ہی تعظیم و تکریم والا شخص تھا- جیسے تم شک و شبہ میں تھے- مقصد یہ ہے کہ ایک طرف سے تو وہ یہ دکھ سہ رہے ہوں گے جن کا بیان ہوا اور دوسری جانب سے انہیں ذلیل و خوار' وسیاہ و نا ہنجار کرنے کے لئے بطور استہزاء اور تمسخر کے' بطور ڈانٹ اور ڈپٹ کے' بطور حقارت اور ذلت کے ان سے یہ کہا جائے گا جس کا ذکر ہوا-

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْئًا كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۷۶﴾

جبکہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی' گھسیٹے جائیں گے ○ کھولتے ہوئے پانی میں اور پھر جہنم کی آگ میں جلائے جائیں گے ○ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ جنہیں تم شریک کرتے تھے ○ وہ کہاں ہیں جو اللہ کے سوا تھے؟ کہیں گے کہ وہ تو ہم سے بہک گئے بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی کو بھی پکارتے ہی نہ تھے اللہ تعالیٰ کافروں کو اسی طرح گمراہ کرتا ہے ○ یہ بدلہ ہے اس چیز کا جو تم زمین میں ناحق پھولے نہ سماتے تھے اور بے جا اتراتے پھرتے تھے۔ اب آؤ جہنم میں ہمیشہ رہنے کے لئے ○ اس کے دروازوں میں چلے جاؤ' کیا ہی بری اور ذلیل جگہ ہے تکبر کرنے والوں کے لئے ○

ابن ابی حاتم کی ایک غریب مرفوع حدیث میں ہے کہ ایک جانب سے سیاہ ابر اٹھے گا جسے جہنمی دیکھیں گے اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ ابر کو دیکھتے ہوئے دنیا کے انداز پر کہیں گے کہ یہ چاہتے ہیں کہ یہ برسے۔ وہیں اس میں سے طوق اور زنجیریں اور آگ کے انگارے برسنے لگیں گے جس کے شعلے انہیں جلائیں جھلسائیں گے اور وہ طوق وسلاسل ان کے طوق وسلاسل کے ساتھ اضافہ کر دیئے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ کیوں جی' دنیا میں اللہ عزوجل کے سوا جن جن کو پوجتے رہے' وہ سب آج کہاں ہیں؟ کیوں وہ تمہاری مدد کو نہیں آئے؟ کیوں تمہیں یوں کسمپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہاں وہ تو سب آج ناپید ہو گئے' وہ تھے ہی بے سود۔ پھر انہیں کچھ خیال آئے گا اور کہیں گے' نہیں نہیں۔ ہم نے تو ان کی عبادت کبھی نہیں کی۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جب ان کے بنائے کچھ نہ بنے گی تو صاف انکار کر دیں گے اور جھوٹ بول دیں گے کہ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ اللہ ہمیں تیری قسم ہم مشرک نہ تھے۔ یہ کفار اسی طرح بیکاری میں کھوئے رہتے ہیں' ان سے فرشتے کہیں گے' یہ بدلہ ہے اس کا جو دنیا میں بے وجہ گردن اکڑائے اکڑتے پھرتے تھے۔ تکبر و جبر پر چست کمر رہتے تھے' لو اب آجاؤ جہنم کے ان دروازوں میں داخل ہو جاؤ' اب ہمیشہ یہیں پہ رہنا' تم جیسے اترانے والوں کی ہی یہ بدمنزل اور بری جائے قرار ہے۔ جس قدر تکبر کئے تھے' اتنے ہی ذلیل وخوار آج بنو گے۔ جتنے ہی بلند گئے تھے' اتنے ہی گرو گے۔ واللہ اعلم۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ

عَلَيْكَ ۚ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾

پس تو صبر کر اللہ کا وعدہ قطعاً سچا ہے۔ انہیں ہم نے جو وعدے دے رکھے ہیں ان میں سے کچھ ہم تجھے دکھائیں تو یا یونہی تجھے ہم فوت کر لیں تو ان کا لوٹایا جانا تو ہماری ہی طرف ہے ○ یقیناً ہم تجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے واقعات ہم تجھے سنا چکے ہیں اور ان سے بعض کے قصے تو ہم نے تجھے سنائے ہی نہیں۔ کسی رسول کا یہ مقدور نہ تھا کہ کوئی معجزہ اللہ کی اجازت کے بغیر لا سکے۔ پھر جس وقت اللہ کا حکم آئے گا' حقانیت کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس جگہ اہل باطل خسارے میں رہ جائیں گے ○

اللہ کے وعدے قطعاً حق ہیں: ☆☆ (آیت: ۷۷-۷۸) اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو صبر کا حکم دیتا ہے کہ جو تیری نہیں مانتے' تجھے جھوٹا کہتے ہیں تو ان کی ایذاؤں پر صبر و برداشت کر۔ ان سب پر فتح و نصرت تجھے ملے گی۔ انجام کار ہر طرح تیرے ہی حق میں بہتر رہے گا۔ تو اور تیرے یہ ماننے والے ہی تمام دنیا پر غالب ہو کر رہیں گے اور آخرت تو صرف تمہاری ہی ہے۔ پس یا تو ہم اپنے وعدے کی بعض چیزیں تجھے تیری زندگی میں دکھا دیں گے اور یہی ہوا بھی' بدر والے دن کفر کا دھڑ اور سر توڑ دیا گیا' قریشیوں کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ بالآخر مکہ فتح ہوا اور آپؐ دنیا سے رخصت نہ ہوئے جب تک کہ تمام جزیرہ عرب آپؐ کے زیر نگیں نہ ہو گیا اور آپؐ کے دشمن آپ کے سامنے ذلیل و خوار نہ ہوئے اور آپ کی آنکھیں رب نے ٹھنڈی نہ کر دیں' یا اگر ہم تجھے فوت ہی کر لیں تو بھی ان کا لوٹنا تو ہماری ہی طرف ہے۔ ہم انہیں آخرت کے دردناک سخت عذاب میں مبتلا کریں گے۔ پھر مزید تسلی کے طور پر فرما رہا ہے کہ تجھ سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے حالات ہم نے تیرے سامنے بیان کر دیئے ہیں اور بعض کے قصے ہم نے بیان بھی نہیں کئے جیسے سورۂ نساء میں بھی فرمایا گیا ہے۔ پس جن کے قصے مذکور ہیں' دیکھ لو کہ قوم سے ان کی کیسی کچھ ٹھنی اور بعض کے واقعات ہم نے بیان نہیں کئے وہ بہ نسبت ان کے بہت زیادہ ہیں۔ جیسے کہ ہم نے سورۂ نساء کی تفسیر کے موقعہ پر بیان کر دیا ہے وللّٰه الحمد والمنه۔

پھر فرمایا یہ ناممکن ہے کہ کوئی رسول اپنی مرضی سے معجزات اور خوارق عادات دکھائے۔ ہاں اللہ عزوجل کے حکم کے بعد کیونکہ رسول کے قبضے میں کوئی چیز نہیں۔ ہاں جب اللہ کا عذاب آ جاتا ہے' پھر تکذیب و تردید کرنے والے کفار بچ نہیں سکتے۔ مومن نجات پا لیتے ہیں اور باطل پرست باطل کار تباہ ہو جاتے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے جن میں سے بعض پر تم سوار ہوتے ہو اور بعض کو تم کھاتے ہو ○ اور بھی تمہارے لئے ان میں بہت سے نفع ہیں اور اپنے سینوں میں چھپی ہوئی حاجتوں کو انہی پر سواری کر کے تم حاصل کرتے ہو اور ان چوپایوں اور کشتیوں پر سوار کرائے جاتے ہو ○ اللہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا جا رہا ہے۔ پس تم اللہ کی کن کن نشانیوں سے منکر بنتے رہو گے؟ ○

ہر مخلوق خالق کائنات پر دلیل ہے: ☆☆ (آیت:۷۹-۸۱) اَنْعَام یعنی اونٹ' گائے' بکری اللہ تعالیٰ نے انسان کے طرح طرح کے نفع کے لئے پیدا کئے ہیں۔ سواریوں کے کام آتے ہیں' کھائے جاتے ہیں۔ اونٹ سواری کا کام بھی دے' کھایا بھی جائے' دودھ بھی دے' بوجھ بھی ڈھوئے اور دور دراز کے سفر آسانی سے کرا دے۔ گائے کا گوشت کھانے کے کام بھی آئے' دودھ بھی دے۔ ہل بھی جتے' بکری کا گوشت بھی کھایا جائے اور دودھ بھی پیا جائے۔ پھر ان سب کے بال بیسیوں کاموں میں آئیں۔ جیسے کہ سورۂ انعام' سورۂ نحل وغیرہ میں بیان ہو چکا ہے۔ یہاں بھی یہ منافع بطور انعام گنوائے جا رہے ہیں' دنیا جہان میں اور اس کے گوشے گوشے میں اور کائنات کے ذرے ذرے میں اور خود تمہاری جانوں میں اس اللہ کی نشانیاں موجود ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کی ان گنت نشانیوں میں سے ایک کا بھی کوئی شخص صحیح معنی میں انکاری نہیں ہو سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ ضد اور اکڑ سے کام لے اور آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

ع ۹

کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر اپنے سے پہلوں کا انجام نہیں دیکھا جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے' قوت میں سخت تھے' زمین پر بہت ساری یادگاریں چھوڑی تھیں' ان کے کئے کاموں نے انہیں کچھ بھی فائدہ نہ پہنچایا ○ جب کبھی ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تو یہ اپنے پاس کے علم پر اترانے لگے۔ بالآخر جس چیز کو مذاق میں اڑا رہے تھے وہی ان پر الٹ پڑی ○ ہمارا عذاب دیکھتے ہی کہنے لگے کہ اللہ واحد پر ہم ایمان لائے اور جن جن کو ہم اللہ کا شریک بنا رہے تھے ہم نے ان سب سے کفر کیا ○ لیکن ہمارے عذاب کے معائنہ کے بعد کے ایمان نے انہیں کوئی نفع نہ دیا۔ اللہ نے اپنا معمول یہی مقرر کر رکھا ہے جو اس کے بندوں میں برابر چلا آ رہا ہے۔ اس جگہ کافر خراب وخستہ ہوئے ○

نزول عذاب کے وقت کا ایمان بے فائدہ ہے: ☆☆ (آیت:۸۲-۸۵) اللہ تعالیٰ ان اگلے لوگوں کی خبر دے رہا ہے جو رسولوں کو اس سے پہلے جھٹلا چکے ہیں۔ ساتھ ہی بتاتا ہے کہ اس کا نتیجہ کیا کچھ انہوں نے بھگتا؟ باوجودیکہ وہ قوی تھے' زیادہ تھے' زمین میں نشانات عمارتیں وغیرہ بھی زیادہ رکھنے والے تھے اور بڑے مالدار تھے لیکن کوئی چیز ان کے کام نہ آئی۔ کسی نے اللہ کے عذاب کو نہ دفع کیا نہ کم کیا' نہ ٹالا نہ ہٹایا۔ یہ تھے ہی غارت کئے جانے کے قابل کیونکہ جب ان کے پاس اللہ کے قاصد صاف صاف دلیلیں' روشن حجتیں' کھلے معجزات' پاکیزہ تعلیمات لے کر آئے تو انہوں نے آنکھ بھر کر دیکھا تک نہیں' اپنے پاس کے علوم پر مغرور ہو گئے۔ اور رسولوں کی تعلیم کی حقارت کرنے

لگے۔ کہنے لگے' ہم ہی زیادہ عالم ہیں۔ حساب کتاب' عذاب ثواب کوئی چیز نہیں۔ اپنی جہالت کو علم سمجھ بیٹھے۔ پھر تو اللہ کا وہ عذاب آیا کہ ان کے بنائے کچھ نہ بنی اور جسے جھٹلاتے تھے' جس پر ناک بھوں چڑھاتے تھے' جسے مذاق میں اڑاتے تھے' اسی نے انہیں تہس نہس کر دیا' پھر کس بل نکال ڈالا' تہہ وبالا کر دیا' روئی کی طرح دھن دیا اور بھوسے کی طرح اڑا دیا۔ اللہ کے عذابوں کو آتا ہوا بلکہ آیا ہوا دیکھ کر ایمان کا اقرار کیا اور توحید تسلیم بھی کر لی۔ اور غیر اللہ سے صاف انکار بھی کیا' لیکن اس وقت کی نہ توبہ قبول نہ ایمان قبول نہ اسلام مسلم۔ فرعون نے بھی غرق ہوتے ہوئے کہا تھا کہ میرا اس اللہ جل شانہ پر ایمان ہے جس پر بنی اسرائیل کا ایمان ہے۔ میں اس کے سوا کسی کو لائق عبادت نہیں مانتا' میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ اللہ جل شانہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ اب ایمان لانا بے سود ہے۔ بہت نافرمانیاں اور شرانگیزیاں کر چکے ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس سرکش کے لئے یہی بددعا کی تھی کہ اے اللہ جل شانہ' آل فرعون کے دلوں کو اس قدر سخت کر دے کہ عذاب الیم دیکھ لینے تک انہیں ایمان نصیب نہ ہو۔ پس یہاں بھی فرمان باری ہے کہ عذابوں کا معائنہ کرنے پر ایمان کی قبولیت نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ یہ اللہ کا حکم عام ہے۔ جو بھی عذابوں کو دیکھ کر توبہ کرے' اس کی توبہ نامقبول ہے۔ حدیث شریف میں ہے' غرغرے سے پہلے تک کی توبہ قبول ہے۔ جب دم سینے میں اٹکا' روح حلقوم تک پہنچ گئی' فرشتوں کو دیکھ لیا' اب کوئی توبہ نہیں۔ اسی لئے آخر میں ارشاد فرمایا کہ کفار ٹوٹے اور گھاٹے میں ہی ہیں۔ الحمدللہ سورۂ مومن کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ فصلت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿٢﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿٣﴾ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿٤﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ وَفِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴿٥﴾

رحم کرم کرنے والے اللہ کے نام سے شروع

اتاری ہوئی ہے بڑے مہربان بہت رحم والے کی طرف سے ○ کتاب ہے جس کی آیتوں کی واضح تفصیل کی گئی ہے۔ قرآن عربی زبان ہے۔ اس قوم کے لئے جو جانتی ہے ○ خوشخبری سنانے والا اور دھمکانے والا' پھر بھی ان کے اکثروں نے منہ پھیر لیا اور وہ سنتے ہی نہیں ○ اور کہتے ہیں کہ تو جس کی طرف ہمیں بلا رہا ہے' ہمارے دل تو اس سے پردے میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہم میں اور تجھ میں ایک حجاب ہے' اچھا اب تو اپنا کام کئے جا۔ ہم بھی یقیناً کام کرنے والے ہیں ○

ہر معجز قرآن کے باوجود ہدایت نہ پائی: ☆☆ (آیت: ۱-۵) فرماتا ہے کہ یہ عربی کا قرآن اللہ رحمان کا اتارا ہوا ہے۔ جیسے اور آیت میں فرمایا' اسے تیرے رب کے حکم سے روح الامین نے حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ اور آیت میں ہے' روح الامین نے اسے تیرے دل پر اس لئے نازل فرمایا ہے کہ تو لوگوں کو آگاہ کرنے والا بن جائے۔ اس کی آیتیں مفصل ہیں' ان کے معانی ظاہر ہیں' احکام مضبوط ہیں' الفاظ واضح اور آسان ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ الخ یہ کتاب ہے جس کی آیتیں محکم و مفصل ہیں۔ یہ کلام ہے

حکیم وخبیر اللہ جل شانہ کا۔ لفظ کے اعتبار سے معجز اور معنی کے اعتبار سے معجز۔ باطل اس کے قریب پھٹک بھی نہیں سکتا۔ حکیم وحمید رب کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ اس بیان و وضاحت کو ذی علم سمجھ رہے ہیں۔ یہ ایک طرف مومنوں کو بشارت دیتا ہے۔ دوسری جانب مجرموں کو دھمکاتا ہے۔ کفار کو ڈراتا ہے۔ باوجود ان خوبیوں کے پھر بھی اکثر قریشی منہ پھیرے ہوئے اور کانوں میں روئی دیئے بہرے ہوئے ہیں۔ پھر مزید ڈھٹائی دیکھو کہ خود کہتے ہیں کہ تیری پکار سننے میں ہم بہرے ہیں۔ تیرے اور ہمارے درمیان آڑ ہے۔ تیری باتیں نہ ہماری سمجھ میں آئیں نہ عقل میں سمائیں۔ جا تو اپنے طریقے پر عمل کرتا چلا جا۔ ہم اپنا طریقہ کار ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ ناممکن ہے کہ ہم تیری مان لیں۔ مسند عبد بن حمید میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دن قریشیوں نے جمع ہو کر آپس میں مشاورت کی کہ جادو' کہانت اور شعر شاعری میں جو سب سے زیادہ ہو' اسے ساتھ لے کر اس شخص کے پاس چلیں (یعنی آنحضرت ﷺ) جس نے ہماری جماعت میں تفریق ڈال دی ہے اور ہمارے کام میں پھوٹ ڈال دی ہے اور ہمارے دین میں عیب نکالنا شروع کر دیا ہے۔ وہ اس سے مناظرہ کرے اور اسے ہرا دے اور لاجواب کر دے۔ سب نے کہا کہ ایسا شخص تو ہم میں بجز عتبہ بن ربیعہ کے اور کوئی نہیں۔

چنانچہ یہ سب مل کر عتبہ کے پاس آئے اور اپنی متفقہ خواہش ظاہر کی۔ اس نے قوم کی بات رکھ لی اور تیار ہو کر حضورؐ کے پاس آیا۔ آ کر کہنے لگا کہ اے محمد (ﷺ) یہ تو بتا' تو اچھا ہے یا عبداللہ؟ (یعنی آپ کے والد صاحب) آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے دوسرا سوال کیا کہ تو اچھا ہے یا تیرا دادا عبدالمطلب؟ حضورؐ اس پر بھی خاموش رہے۔ وہ کہنے لگا' سن اگر تو اپنے تئیں دادوں کو اچھا سمجھتا ہے تب تو تمہیں معلوم ہے' وہ انہی معبودوں کو پوجتے رہے جن کو ہم پوجتے ہیں اور جن کی تو عیب گیری کرتا رہتا ہے۔ اور اگر تو اپنے آپ کو ان سے بہتر سمجھتا ہے تو ہم سے بات کر' ہم بھی تیری باتیں سنیں۔ قسم اللہ کی' دنیا میں کوئی انسان اپنی قوم کے لئے تجھ سے زیادہ ضرر رساں پیدا نہیں ہوا۔ تو نے ہماری شیرازہ بندی کو توڑ دیا۔ تو نے ہمارے اتفاق کو نفاق سے بدل دیا۔ تو نے ہمارے دین کو عیب دار بتایا اور اس میں برائی نکالی۔ تو نے سارے عرب میں ہمیں بدنام اور رسوا کر دیا۔ آج ہر جگہ یہی تذکرہ ہے کہ قریشیوں میں ایک جادوگر ہے۔ قریشیوں میں کاہن ہے۔ اب تو یہی ایک بات باقی رہ گئی ہے کہ ہم میں آپس میں سرپھٹول ہو' ایک دوسرے کے سامنے ہتھیار لگا کر آ جائیں اور یونہی لڑ ابھڑ کر تو ہم سب کو فنا کر دینا چاہتا ہے۔ سن! اگر تجھے مال کی خواہش ہے تو لے ہم سب مل کر تجھے اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ عرب میں تیرے برابر کوئی اور تونگر نہ نکلے۔ اور تجھے عورتوں کی خواہش ہے تو ہم میں سے جس کی بیٹی تجھے پسند ہو' تو بتا ہم ایک چھوڑ دس دس شادیاں تیری کرا دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ کہہ کر اب اس نے ذرا سانس لیا تو حضور ﷺ نے فرمایا' بس کہہ چکے؟ اس نے کہا' ہاں! آپؐ نے فرمایا' اب میری سنو! چنانچہ آپؐ نے بسم اللہ پڑھ کر اسی سورت کی تلاوت شروع کی اور تقریباً ڈیڑھ رکوع مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ تک پڑھا۔ اتنا سن کر عتبہ بول' پڑا بس کیجئے۔ بس کیجئے۔ آپ کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں؟ آپؐ نے فرمایا' نہیں۔ اب یہ یہاں سے اٹھ کر چل دیا۔ قریش کا مجمع اس کا منتظر تھا۔ انہوں نے دیکھتے ہی پوچھا' کہو کیا بات رہی؟ عتبہ نے کہا' سنو تم سب مل کر جو کچھ اسے کہہ سکتے تھے' میں نے اکیلے ہی وہ سب کچھ کہہ ڈالا۔

انہوں نے کہا' پھر اس نے کچھ جواب بھی دیا' ہاں جواب تو دیا لیکن باللہ میں تو ایک حرف بھی اس کا سمجھ نہیں سکا البتہ اتنا سمجھا ہوں کہ انہوں نے ہم سب کو عذاب آسمانی سے ڈرایا ہے جو عذاب قوم عاد اور قوم ثمود پر آیا تھا۔ انہوں نے کہا' تجھے اللہ کی مار' ایک شخص عربی زبان میں جو تیری اپنی زبان ہے' تجھ سے کلام کر رہا ہے اور تو کہتا ہے' میں سمجھا ہی نہیں کہ اس نے کیا کہا؟ عتبہ نے جواب دیا کہ میں سچ کہتا ہوں' بجز ذکر عذاب کے میں کچھ نہیں سمجھا۔ بغویؒ بھی اس روایت کو لائے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت کی تو عتبہ نے

آپؐ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور آپؐ کو قسمیں دینے لگا اور رشتے داری یاد دلانے لگا اور یہاں سے الٹے پاؤں واپس جا کر گھر میں بیٹھ رہا اور قریشیوں کی بیٹھک میں آنا جانا ترک کر دیا۔ اس پر ابوجہل نے کہا' قریشیو! میرا خیال تو یہ ہے کہ عتبہ بھی محمد (ﷺ) کی طرف جھک گیا اور وہاں کے کھانے پینے میں للچا گیا ہے۔ وہ حاجت مند تھا۔ اچھا تم میرے ساتھ ہو لو۔ میں اس کے پاس چلتا ہوں۔ اسے ٹھیک کر لوں گا۔ وہاں جا کر ابوجہل نے کہا' عتبہ تم نے جو ہمارے پاس آنا جانا چھوڑا' اس کی وجہ ایک اور صرف ایک ہی معلوم ہوتی ہے کہ تجھے اس کا دستر خوان پسند آ گیا اور تو بھی اسی کی طرف جھک گیا ہے۔ حاجت مندی بری چیز ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم آپس میں چندہ کر کے تیری حالت ٹھیک کر دیں تاکہ اس مصیبت اور ذلت سے تو چھوٹ جائے۔ اس سے ڈرنے کی اور نئے مذہب کی تجھے ضرورت نہ رہے۔ اس پر عتبہ بہت بگڑا اور کہنے لگا' مجھے محمد (ﷺ) کی کیا غرض ہے؟ اللہ کی قسم کہ اب اس سے کبھی بات تک نہ کروں گا اور تم میری نسبت ایسے ذلیل خیالات ظاہر کرتے ہو حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ قریش میں مجھ سے بڑھ کر کوئی مالدار نہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ میں تم سب کے کہنے سے ان کے پاس گیا' سارا قصہ کہہ سنایا' بہت باتیں کہیں۔ میرے جواب میں پھر جو کلام اس نے پڑھا' واللہ نہ تو وہ شعر تھا نہ کہانت کا کلام تھا نہ جادو وغیرہ تھا۔ وہ جب اس سورت کو پڑھتے ہوئے آیت فَاِنْ اَعْرَضُوْا الخ تک پہنچے تو میں نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور انہیں رشتے ناتے یاد دلانے لگا کہ للہ رک جاؤ۔ مجھے تو خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں اسی وقت ہم پر وہ عذاب آ نہ جائے اور یہ تو تم سب کو معلوم ہے کہ محمد (ﷺ) جھوٹے نہیں۔

سیرۃ ابن اسحاق میں یہ واقعہ دوسرے طریق پر ہے۔ اس میں ہے کہ قریشیوں کی مجلس ایک مرتبہ جمع تھی اور آنحضرت ﷺ خانہ کعبہ کے ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتبہ قریش سے کہنے لگا کہ اگر تم سب کا مشورہ ہو تو محمد (ﷺ) کے پاس جاؤں۔ انہیں کچھ سمجھاؤں اور کچھ لالچ دوں۔ اگر وہ کسی بات کو قبول کر لیں تو ہم انہیں دے دیں اور انہیں ان کے کام سے روک دیں۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ حضرت حمزہؓ مسلمان ہو چکے تھے اور مسلمانوں کی تعداد معقول ہو گئی تھی اور روز افزوں ہوتی جاتی تھی۔ سب قریشی اس پر رضامند ہوئے۔ یہ حضورؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا' برادرزادے' تم عالی نسب ہو۔ تم ہم میں سے ہو' ہماری آنکھوں کے تارے اور ہمارے کلیجے کے ٹکڑے ہو۔ افسوس کہ تم اپنی قوم کے پاس ایک عجیب و غریب چیز لائے ہو۔ تم نے ان میں پھوٹ ڈلوا دی۔ تم نے ان کے عقل مندوں کو بیوقوف قرار دیا۔ تم نے ان کے معبودوں کی عیب جوئی کی۔ تم نے ان کے دین کو برا کہنا شروع کیا۔ تم نے ان کے بڑے بوڑھوں کو کافر بنایا۔ اب سن لو' آج میں آپ کے پاس ایک آخری اور انتہائی فیصلے کے لئے آیا ہوں۔ میں بہت سی صورتیں پیش کرتا ہوں۔ ان میں سے جو آپ کو پسند ہو' قبول کیجئے۔ للہ اس فتنے کو ختم کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا' جو تمہیں کہنا ہو' کہو' میں سن رہا ہوں' اس نے کہا سنو' اگر تمہارا ارادہ اس چال سے مال کے جمع کرنے کا ہے تو ہم سب مل کر تمہارے لئے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ تم سے بڑھ کر مالدار سارے قریش میں کوئی نہ ہو۔ اور اگر آپ کا ارادہ اس سے اپنی سرداری کا ہے تو ہم سب مل کر آپ کو اپنا سردار تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور اگر آپ بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم ملک آپ کو سونپ کر خود رعایا بننے کے لئے بھی تیار ہیں۔ اور اگر آپ کو کوئی جن وغیرہ کا اثر ہے تو ہم اپنا مال خرچ کر کے بہتر سے بہتر طبیب اور جھاڑ پھونک کرنے والے مہیا کر کے آپ کا علاج کراتے ہیں۔ ایسا ہو جاتا ہے کہ بعض مرتبہ تابع جن اپنے عامل پر غالب آ جاتا ہے تو اسی طرح اس سے چھٹکارا حاصل کیا جاتا ہے۔ اب عتبہ خاموش ہوا تو آپؐ نے فرمایا' اپنی سب کہہ چکے؟ کہا' ہاں' فرمایا' اب میری سنو۔ وہ متوجہ ہو گیا۔ آپؐ نے بسم اللہ پڑھ کر اس سورت کی تلاوت شروع کی۔ عتبہ باادب سنتا رہا یہاں تک کہ آپ نے سجدے کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا۔ پھر فرمایا' ابوالولید میں کہہ چکا۔

اب تجھے اختیار ہے- عتبہ یہاں سے اٹھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف چلا- اس کے چہرے کو دیکھتے ہی ہر ایک کہنے لگا کہ عتبہ کا حال بدل گیا- اس سے پوچھا- کہو کیا بات رہی؟ اس نے کہا' میں نے تو ایسا کلام سنا ہے جو واللہ اس سے پہلے کبھی نہیں سنا- واللہ! نہ تو وہ جادو ہے نہ شعر گوئی ہے نہ کاہنوں کا کلام ہے- سنو قریشیو میری مان لو اور میری اسی جچی تلی بات کو قبول کر لو- اسے اس کے خیالات پر چھوڑ دو- نہ اس کی مخالفت کرو نہ اتفاق- اس کی مخالفت میں سارا عرب کافی ہے اور جو یہ کہتا ہے' اس میں تمام عرب اس کا مخالف ہے- وہ اپنی تمام طاقت اس کے مقابلہ میں صرف کر رہا ہے- یا تو وہ اس پر غالب آ جائیں گے- اگر وہ اس پر غالب آ گئے تو تم سستے چھوٹے یا یہ ان پر غالب آیا تو اس کا ملک تمہارا ہی ملک کہلائے گا اور اس کی عزت تمہاری عزت ہو گی اور سب سے زیادہ اس کے نزدیک مقبول تم ہی ہو گے- یہ سن کر قریشیوں نے کہا' ابوالولید قسم اللہ کی' محمدؐ نے تجھ پر جادو کر دیا- اس نے جواب دیا' میں اپنی جو رائے تھی آزادی سے کہہ چکا' اب تمہیں اپنے فعل کا اختیار ہے-

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

تو کہہ دے کہ میں تو تم ہی جیسا انسان ہوں- مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود ایک اللہ ہی ہے- سو تم اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے گناہوں کی معافی چاہو- ان مشرکوں کے لئے بڑی ہی خرابی ہے ○ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں ○ اور جو لوگ ایمان لائیں اور بھلے کام کریں' ان کے لئے اٹل اور ان تھک اجر ہے ○

حصول نجات اور اتباع رسول ﷺ : ☆☆ (آیت: ۶-۸) اللہ کا حکم ہو رہا ہے کہ ان جھٹلانے والے مشرکوں کے سامنے اعلان کر دیجئے کہ میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں- مجھے بذریعہ وحی الٰہی حکم دیا گیا ہے کہ تم سب کا معبود ایک اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے- تم جو متفرق اور کئی ایک معبود بنائے بیٹھے ہو' یہ طریقہ سراسر گمراہی والا ہے- تم ساری عبادتیں اسی ایک اللہ کے لئے بجا لاؤ- اور ٹھیک اسی طرح جس طرح تمہیں اس کے رسول سے معلوم ہو- اور اپنے اگلے گناہوں سے توبہ کرو- ان کی معافی طلب کرو- یقین مانو کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے ہلاک ہونے والے ہیں جو زکوٰۃ نہیں دیتے - یعنی بقول ابن عباسؓ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت نہیں دیتے- عکرمہؒ بھی یہی فرماتے ہیں- قرآن کریم میں ایک جگہ ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا یعنی اس نے فلاح پائی جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور وہ ہلاک ہوا جس نے اسے دبا دیا- اور آیت میں فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى یعنی اس نے نجات حاصل کر لی جس نے پاکیزگی کی اور اپنے رب کا نام ذکر کیا- پھر نماز ادا کی- اور جگہ ارشاد ہے هل لك الى ان تزكى کیا تجھے پاک ہونے کا خیال ہے؟ ان آیتوں میں زکوٰۃ یعنی پاکی سے مطلب نفس کو بےہودہ اخلاق سے دور کرنا ہے اور سب سے بڑی اور پہلی قسم اس کی شرک سے پاک ہونا ہے- اسی طرح آیت مندرجہ بالا میں بھی زکوٰۃ نہ دینے سے توحید کا نہ ماننا مراد ہے- مال کی زکوٰۃ کو زکوٰۃ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حرمت سے پاک کر دیتی ہے اور زیادتی اور برکت اور کثرت مال کا باعث بنتی ہے- اور اللہ کی راہ میں اسے خرچ کی توفیق ہوتی ہے- لیکن امام سدی' معاویہ بن قرہ' قتادہ اور اکثر مفسرین نے اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ مال زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے- امام ابن جریرؒ بھی اسی

کو مختار کہتے ہیں لیکن یہ قول تامل طلب ہے- اس لئے کہ زکوۃ فرض ہوتی ہے-

مدینے میں جا کر ہجرت کے دوسرے سال- اور یہ آیت اتری ہے مکے شریف میں- زیادہ سے زیادہ اس تفسیر کو مان کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ صدقے اور زکوۃ کی اصل کا حکم تو نبوت کی ابتدا میں ہی تھا' جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ[1] جس دن کھیت کاٹو' اس کا حق دے دیا کرو- ہاں وہ زکوۃ جس کا نصاب اور جس کی مقدار من جانب اللہ مقرر ہے' وہ مدینے میں مقرر ہوئی - یہ قول ایسا ہے جس سے دونوں باتوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے- خود نماز کو دیکھئے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے ابتداء نبوت میں ہی فرض ہو چکی تھی لیکن معراج والی رات ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے پانچوں نمازیں باقاعدہ شروط وارکان کے ساتھ مقرر ہو گئیں- اور رفتہ رفتہ اس کے تمام متعلقات پورے کر دیئے گئے- واللہ اعلم-

اس کے بعد اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے کہ اللہ کے ماننے والوں اور نبیؐ کے اطاعت گزاروں کے لئے وہ اجر وثواب ہے جو دائمی ہے اور کبھی ختم نہیں ہونے والا ہے- جیسے اور جگہ ہے مَاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں- اور فرماتا ہے عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ انہیں جو انعام دیا جائے گا' وہ نہ ٹوٹنے والا اور مسلسل ہے- سدی کہتے ہیں' گویا وہ ان کا حق ہے جو انہیں دیا گیا نہ کہ بطور احسان ہے- لیکن بعض ائمہ نے اس کی تردید کی ہے- کیونکہ اہل جنت پر بھی اللہ کا احسان یقیناً ہے- خود قرآن میں ہے بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ یعنی بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ وہ تمہیں ایمان کی ہدایت کرتا ہے- جنتیوں کا قول ہے فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ پس اللہ نے ہم پر احسان کیا اور آگ کے عذاب سے بچا لیا- رسول کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم فرماتے ہیں' مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں لے لے اور اپنے فضل واحسان میں-

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ۚ۹ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝۱۰ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝۱۱

تو کہہ دے کہ کیا تم اس اللہ کا انکار کرتے ہو اور تم اس کے شریک مقرر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین پیدا کر دی- سارے جہانوں کا پروردگار وہی ہے ○ اس نے زمین کے اوپر زمین میں سے ہی پہاڑ پیدا کر دیئے اور اس میں برکت رکھ دی اور اس میں رہنے والوں کو غذاؤں کی تجویز بھی اسی میں کر دی- صرف چار دن میں ہی سوال کرنے والوں کا جواب پورا ہوا ○ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں سا تھا- پس اسے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی' دونوں نے عرض کیا کہ ہم بخوشی حاضر ہیں ○

تخلیق کائنات کا مرحلہ وار ذکر: ☆☆ (آیت:۹-۱۱) ہر چیز کا خالق' ہر چیز کا مالک' ہر چیز پر حاکم' ہر چیز پر قادر صرف اللہ ہے- پس عبادتیں بھی صرف اسی کی کرنی چاہیں- اس نے زمین جیسی وسیع مخلوق کو اپنی کمال قدرت سے صرف دو دن میں پیدا کر دیا ہے- تمہیں نہ اس کے ساتھ کفر کرنا چاہیے نہ شرک- جس طرح سب کا پیدا کرنے والا وہی ایک ہے' ٹھیک اسی طرح سب کا پالنے والا بھی وہی ایک ہے- یہ

تفصیل یاد رہے کہ اور آیتوں میں زمین و آسمان کا چھ دن میں پیدا کرنا بیان ہوا ہے۔ اور یہاں اس کی پیدائش کا وقت الگ بیان ہو رہا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ پہلے زمین بنائی گئی۔ عمارت کا قاعدہ یہی ہے کہ پہلے بنیادیں اور نیچے کا حصہ تیار کیا جاتا ہے۔ پھر اوپر کا حصہ اور چھت بنائی جاتی ہے۔ چنانچہ کلام اللہ شریف کی ایک اور آیت میں ہے' اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین میں جو کچھ ہے' پیدا کر کے پھر آسمانوں کی طرف توجہ فرمائی اور انہیں ٹھیک سات آسمان بنا دیئے۔ ہاں سورۂ نازعات میں وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ہے۔ پہلے آسمان کی پیدائش کا ذکر ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ زمین کو اس کے بعد بچھایا۔ اس سے مراد زمین میں سے پانی چارہ نکالنا اور پہاڑوں کا گاڑنا ہے جیسے کہ اس کے بعد کا بیان ہے۔ یعنی پیدا پہلے زمین کی گئی' پھر آسمان' پھر زمین کو ٹھیک ٹھاک کیا۔ لہٰذا دونوں آیتوں میں کوئی فرق نہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ قرآن کی بعض آیتوں میں مجھے کچھ اختلاف سا نظر آتا ہے۔ چنانچہ ایک آیت میں ہے۔ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآئَلُوْنَ یعنی قیامت کے دن آپس کے نسب نہ ہوں گے اور نہ ایک دوسرے سے سوال کرے گا۔ دوسری آیت میں ہے وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ یعنی بعض آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھ گچھ کریں گے۔ ایک آیت میں ہے وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا یعنی اللہ سے کوئی بات چھپائیں گے نہیں۔

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِىْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِىْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ۚ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾

پھر دو دن میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب وحی بھیج دی اور ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کے ساتھ زینت دی اور نگہبانی کی۔ یہ تدبیر اللہ غالب و دانا کی ہے ○

دوسری آیت میں ہے کہ مشرکین کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ اللہ کی قسم ہم نے شرک نہیں کیا۔ ایک آیت میں ہے' زمین کو آسمان کے بعد بچھایا' وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا دوسری آیت قُلْ اَئِنَّكُمْ الخ' میں پہلے زمین کی پیدائش' پھر آسمان کی پیدائش کا ذکر ہے۔ ایک تو ان آیتوں کا صحیح مطلب بتایئے جس سے اختلاف اٹھ جائے۔ دوسرے یہ جو فرمایا ہے' كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا عَزِيْزًا حَكِيْمًا سَمِيْعًا بَصِيْرًا تو کیا یہ مطلب ہے کہ اللہ ایسا تھا؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ جن دو آیتوں میں سے ایک میں آپس کا سوال جواب ہے اور ایک میں ان کا انکار ہے۔ یہ دو وقت ہیں' صور میں دو نفخے پھونکے جائیں گے۔ ایک کے بعد آپس کی پوچھ گچھ کچھ نہ ہوگی' ایک کے بعد آپس میں ایک دوسرے سے سوالات ہوں گے۔ جن دو دوسری آیتوں میں ایک میں بات کے نہ چھپانے کا اور ایک میں چھپانے کا ذکر ہے۔ یہ بھی دو موقعے ہیں۔ جب مشرکین دیکھیں گے کہ موحدوں کے گناہ بخش دیئے گئے تو کہنے لگے کہ ہم مشرک نہ تھے۔ لیکن جب منہ پر مہر لگ جائے گی اور اعضاء بدن گواہی دینے لگیں گے تو اب کچھ بھی نہ چھپے گا اور خود اپنے کرتوت کے اقراری ہو جائیں گے اور کہنے لگیں گے' کاش کہ ہم زمین کے برابر کر دیئے جاتے۔ آسمان و زمین کی پیدائش کی ترتیب کے بیان میں بھی دراصل کچھ اختلاف نہیں۔ پہلے دو دن میں زمین بنائی گئی۔ پھر آسمان کو دو دن میں بنایا گیا۔ پھر زمین کی چیزیں پانی' چارہ' پہاڑ' کنکر' ریت' جمادات' ٹیلے وغیرہ دو دن میں پیدا کیے۔ یہی معنی لفظ دَحٰهَا کے ہیں۔ پس زمین کی پوری پیدائش چار دن میں ہوئی اور دو دن میں آسمان۔ اور جو نام اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مقرر کیے ہیں' ان کا بیان فرمایا ہے۔ وہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ اللہ کا کوئی ارادہ پورا ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ پس قرآن میں ہرگز اختلاف

نہیں- اس کا ایک ایک لفظ اللہ کی طرف سے ہے۔

زمین کو اللہ تعالیٰ نے دو دن میں پیدا کیا ہے یعنی اتوار اور پیر کے دن اور زمین میں زمین کے اوپر ہی پہاڑ بنا دیئے اور زمین کو اس نے بابرکت بنایا' تم اس میں بیج بوتے ہو' درخت اور پھل وغیرہ اس میں سے پیدا ہوتے ہیں- اور اہل زمین کو جن چیزوں کی احتیاج ہے' وہ اسی میں سے پیدا ہوتی رہتی ہیں- زمین کی یہ درستی منگل بدھ کے دن ہوئی- چار دن میں زمین کی پیدائش ختم ہوئی- جو لوگ اس کی معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے' انہیں پورا جواب مل گیا- زمین کے ہر حصے میں اس نے وہ چیز مہیا کر دی جو وہاں والوں کے لائق تھی- مثلاً عصب یمن میں- سابوری میں ابور میں- طیالسہ رے میں- یہی مطلب آیت کے آخری جملے کا ہے- یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کی جو حاجت تھی' اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مہیا کر دی- اس معنی کی تائید اللہ کے اس فرمان سے ہوتی ہے وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ تم نے جو جو مانگا' اللہ نے تمہیں دیا- واللہ اعلم-

پھر جناب باری نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی- وہ دھوئیں کی شکل میں تھا' زمین کے پیدا کئے جانے کے وقت پانی کے جو بخارات اٹھے تھے' اب دونوں سے فرمایا کہ یا تو میرے حکم کو مانو اور جو میں کہتا ہوں' ہو جاؤ خوشی سے یا ناخوشی سے- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مثلاً آسمانوں کو حکم ہوا کہ سورج' چاند' ستارے طلوع کرے' زمین سے فرمایا' اپنی نہریں جاری کر' اپنے پھل اگا وغیرہ- دونوں فرمانبرداری کے لئے راضی خوشی تیار ہو گئے- اور عرض کیا' ہم مع اس تمام مخلوق کے جسے تو رچانے والا ہے' تابع فرمان ہیں- اور کہا گیا ہے کہ انہیں قائم مقام کلام کرنے والوں کے لئے کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین کے اس حصے نے کلام کیا جہاں کعبہ بنایا گیا ہے اور آسمان کے اس حصے نے کلام کیا جو ٹھیک اس کے اوپر ہے- واللہ اعلم-

امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں' اگر آسمان و زمین اطاعت گزاری کا ارادہ نہ کرتے تو انہیں سزا ہوتی جس کا احساس بھی انہیں ہوتا- پس دو دن میں ساتوں آسمان اس نے بنا دیئے یعنی جمعرات اور جمعہ کے دن- اور ہر آسمان میں اس نے جو جو چیزیں اور جیسے جیسے فرشتے' مقرر کرنے چاہے مقرر فرما دیئے اور دنیا کے آسمان کو اس نے ستاروں سے مزین کر دیا جو زمین پر چمکتے رہتے ہیں اور جو ان شیاطین کی نگہبانی کرتے ہیں جو ملاء اعلیٰ کی باتیں سننے کے لئے اوپر چڑھنا چاہتے ہیں- یہ تدبیر و اندازہ اس اللہ کا قائم کردہ ہے جو سب پر غالب ہے- جو کائنات کے ایک ایک چپے کی ہر چھپی کھلی حرکت کو جانتا ہے- ابن جریرؒ کی روایت میں ہے' یہودیوں نے حضور ﷺ سے آسمان و زمین کی پیدائش کی بابت سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اتوار اور پیر کے دن اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور پہاڑوں کو منگل کے دن پیدا کیا اور جتنے نفعات اس میں ہیں- اور بدھ کے دن درختوں کو' پانی کو' شہروں کو اور آبادی اور ویرانے کو پیدا کیا تو یہ چار دن ہوئے- اسے بیان فرما کر پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ جمعرات والے دن آسمان کو پیدا کیا اور جمعہ کے دن ستاروں کو اور سورج چاند کو اور فرشتوں کو پیدا کیا- تین ساعت کے باقی رہنے تک- پھر دوسری ساعت میں ہر چیز میں آفت ڈالی جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور تیسری میں آدمؑ کو پیدا کیا- انہیں جنت میں بسایا- ابلیس کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا اور آخری ساعت میں وہاں سے نکال دیا- یہودیوں نے کہا' اچھا حضور' پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ فرمایا' پھر عرش پر مستوی ہو گیا- انہوں نے کہا' سب تو ٹھیک کہا لیکن آخری بات یہ کہی کہ پھر آرام حاصل کیا- اس پر حضور ﷺ سخت ناراض ہوئے اور یہ آیت اتری وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ یعنی ہم نے آسمان و زمین اور جو ان کے درمیان ہے' سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہمیں کوئی تکان نہیں ہوئی- تو ان کی باتوں پر صبر کر- یہ حدیث غریب ہے اور روایت میں ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میرا ہاتھ پکڑ کر رسول

اللہ علیہ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتے کے روز پیدا کیا' اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن رکھا' درخت پیر والے دن پیدا کئے' مکروہات کو منگل کے دن' نور کو بدھ کے دن پیدا کیا اور جانوروں کو زمین میں جمعرات کے دن پھیلا دیا اور جمعہ کے دن عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعت حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور کل مخلوقات پوری ہوئی۔ مسلم اور نسائی میں یہ حدیث ہے لیکن یہ بھی غرائب صحیح میں سے ہے۔ اور امام بخاری نے تاریخ میں اسے معلل بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ اسے بعض راویوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اور انہوں نے اسے کعب احبارؓ سے روایت کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾

اب بھی یہ روگرداں ہوں تو کہہ دے کہ میں تمہیں اس عذاب آسمانی سے ڈرا دیتا ہوں جو مثل عادیوں اور ثمودیوں کے عذاب کے ہوگا ○ ان کے پاس جب ان کے آگے پیچھے سے پیغمبر آئے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتوں کو بھیجتا۔ ہم تو تمہاری رسالت کے بالکل منکر ہیں ○ اب عادیوں نے تو بے وجہ زمین میں سرکشی شروع کر دی اور کہنے لگے کہ ہم سے زور آور کون ہے؟ کیا انہیں یہ نظر نہ آیا کہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے' وہ ان سے بہت ہی زیادہ زور آور ہے۔ وہ آخر تک ہماری آیتوں کا انکار ہی کرتے رہے ○

انبیاء کی تکذیب عذاب الٰہی کا سبب: ☆☆ (آیت:۱۲-۱۵) حکم ہوتا ہے کہ جو آپ کو جھٹلا رہے ہیں اور اللہ کے ساتھ کفر کر رہے ہیں' آپ ان سے فرما دیجئے کہ میری تعلیم سے روگردانی تمہیں کسی نیک نتیجے پر نہیں پہنچائے گی۔ یاد رکھو کہ جس طرح انبیاء کی مخالف امتیں تم سے پہلے زیروزبر کر دی گئیں' کہیں تمہاری شامت اعمال بھی تمہیں انہی میں سے نہ کر دے۔ قوم عاد اور قوم ثمود کے اور ان جیسے اوروں کے حالات تمہارے سامنے ہیں۔ ان کے پاس پے در پے رسول آئے' اس گاؤں میں' اس بستی میں' اللہ کے پیغمبر اللہ کی منادی کرتے پھرے لیکن ان کی آنکھوں پر وہ چربی چڑھی ہوئی تھی اور دماغ میں وہ گند ٹھسا ہوا تھا کہ کسی ایک کو بھی نہ مانا۔ اپنے سامنے اللہ والوں کی بہتری اور دشمنان رسولؑ کی بدحالی دیکھتے تھے لیکن پھر بھی تکذیب سے باز نہ آئے۔ حجت بازی اور کج بحثی سے نہ ہٹے اور کہنے لگے اگر اللہ کو رسول بھیجنا ہوتا تو کسی اپنے فرشتے کو بھیجتا۔ تم انسان ہو کر رسول کریم بن بیٹھے؟ ہم تو اسے ہرگز باور نہ کریں گے؟ قوم عاد نے زمین میں فساد پھیلا دیا' ان کی سرکشی' ان کا غرور حد کو پہنچ گیا۔ ان کی لاابالیاں اور بے پرواہیاں یہاں تک پہنچ گئیں کہ پکار اٹھے' ہم سے زیادہ زور آور کوئی نہیں۔ ہم طاقتور' مضبوط اور ٹھوس ہیں' اللہ کے عذاب ہمارا کیا بگاڑ لیں گے؟ اس قدر پھولے کہ اللہ کو بھول گئے۔ یہ بھی خیال نہ رہا کہ ہمارا پیدا کرنے والا اتنا قوی ہے کہ اس کی زور آوری کا اندازہ بھی ہم نہیں کر سکتے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْۤ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾

بالآخر ہم نے ان پر ایک تند و تیز آندھی مصیبت ناک دنوں میں بھیج دی کہ انہیں جیتے جی ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں- یقین مانو کہ آخرت کا عذاب اس سے بہت زیادہ رسوائی والا ہے- انہیں کوئی امداد نہ دی جائے گی ○ رہے ثمودی، سو ہم نے ان کی بھی رہبری کی- پھر بھی انہوں نے ہدایت پر اندھاپے کو ترجیح دی جس بنا پر انہیں سراپا ذلت کے عذاب آسمانی نے ان کے کرتوتوں کے باعث پکڑ لیا ○ ہاں ایماندار پارساؤں کو ہم نے بال بال بچا لیا ○

جیسے فرمان ہے وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ہم نے اپنے ہاتھوں آسمان کو پیدا کیا اور ہم بہت ہی طاقتور اور زور آور ہیں، پس ان کے اس تکبر پر اور اللہ کے رسولوں کے جھٹلانے پر اور اللہ کی نافرمانی کرنے اور رب کی آیتوں کے انکار پر ان پر عذاب الٰہی آ پڑا- تیز و تند، سرد، دہشت ناک، سرسراتی ہوئی سخت آندھی آئی تا کہ ان کا غرور ٹوٹ جائے اور ہوا سے وہ تباہ کر دیئے جائیں- صَرْصَرًا کہتے ہیں، وہ ہوا جس میں آواز پائی جائے- مشرق کی طرف ایک نہر ہے جو بہت زور سے آواز کے ساتھ بہتی رہتی ہے اس لئے اسے بھی عرب صرصر کہتے ہیں- نَحِسَات سے مراد پے در پے، ایک دم مسلسل، سات راتیں اور آٹھ دن تک یہی ہوائیں رہیں- وہ مصیبت جوان پر مصیبت والے دن آئی، وہ پھر آٹھ دن تک نہ ہٹی نہ ٹلی- جب تک ان میں سے ایک ایک کو فنا کے گھاٹ نہ اتار دیا اور ان کا بیج ختم نہ کر دیا- ساتھ ہی آخرت کے عذابوں کا لقمہ بنے جن سے زیادہ ذلت و توہین کی کوئی سزا نہیں- نہ دنیا میں کوئی ان کی امداد کو پہنچا نہ آخرت میں کوئی مدد کے لئے اٹھے گا- بے یار و مددگار رہ گئے، ثمودیوں کی بھی ہم نے رہنمائی کی- ہدایت کی ان پر وضاحت کر دی، انہیں بھلائی کی دعوت دی- اللہ کے نبی حضرت صالحؑ نے ان پر حق ظاہر کر دیا لیکن انہوں نے مخالفت اور تکذیب کی- اور نبی اللہ کی سچائی پر جس اونٹنی کو اللہ نے علامت بنایا تھا اس کی کونچیں کاٹ دیں- پس ان پر بھی عذاب الٰہی برس پڑا- ایک زبردست کلیجے پھاڑ دینے والی چنگھاڑ اور دل پاش پاش کر دینے والے زلزلے نے ذلت و توہین کے ساتھ ان کے کرتوتوں کا بدلہ لیا- ان میں جتنے وہ لوگ تھے جنہیں اللہ کی ذات پر ایمان تھا، نبیوں کی تصدیق کرتے تھے، دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے تھے، انہیں ہم نے بچا لیا، انہیں ذرا سا بھی ضرر نہ پہنچا اور اپنے نبیؑ کے ساتھ ذلت و توہین سے اور عذاب الٰہی سے نجات پا لی-

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ

تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

جس دن دشمنان رب دوزخ کی طرف لائے جائیں گے اور ان سب کو جمع کر دیا جائے گا ○ یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آ جائیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہی دیں گی ○ یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے اسی نے تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے ○

انسان اپنا دشمن آپ ہے: ☆☆ (آیت: ۱۹-۲۱) یعنی ان مشرکوں سے کہو کہ قیامت کے دن ان کا حشر جہنم کی طرف ہوگا اور داروغہ جہنم ان سب کو جمع کریں گے۔ جیسے فرمان ہے وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا یعنی گنہگاروں کو سخت پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہانک لے جائیں گے۔ انہیں جہنم کے کنارے کھڑا کر دیا جائے گا اور ان کے اعضاء بدن اور کان اور آنکھیں اور پوست ان کے اعمال کی گواہیاں دیں گی۔ تمام اگلے پچھلے عیوب کھل جائیں گے۔ ہر عضو بدن پکار اٹھے گا کہ مجھ سے اس نے یہ یہ گناہ کیا اس وقت یہ اپنے اعضا کی طرف متوجہ ہو کر انہیں ملامت کریں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کی حکم بجا آوری کے ماتحت اس نے ہمیں بولنے کی طاقت دی اور ہم نے سچ سچ کہہ سنایا۔ وہی تو تمہارا ابتدأ پیدا کرنے والا ہے اسی نے ہر چیز کو زبان عطا فرمائی ہے۔ خالق کی مخالفت اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کون کر سکتا ہے؟

بزار میں ہے کہ حضورؐ ایک مرتبہ مسکرائے یا ہنس دیئے۔ پھر فرمایا تم میری ہنسی کی وجہ دریافت نہیں کرتے؟ صحابہؓ نے کہا فرمایئے کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا قیامت کے دن بندہ اپنے رب سے جھگڑے گا۔ کہے گا کہ اے اللہ کیا تیرا وعدہ نہیں کہ تو ظلم نہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ اقرار کرے گا تو بندہ کہے گا کہ میں تو اپنی بداعمالیوں پر کسی کی شہادت قبول نہیں کرتا۔ اللہ فرمائے گا کیا میری اور میرے بزرگ فرشتوں کی شہادت ناکافی ہے؟ لیکن پھر بھی وہ بار بار اپنی ہی کہتا چلا جائے گا۔ پس اتمام حجت کے لئے اس کی زبان بند کر دی جائے گی اور اس کے اعضاء بدن سے کہا جائے گا کہ اس نے جو جو کیا تھا اس کی گواہی تم دو۔ جب وہ صاف صاف اور سچی گواہی دے دیں گے تو یہ انہیں ملامت کرے گا اور کہے گا کہ میں تو تمہارے ہی بچاؤ کے لئے لڑ جھگڑ رہا تھا۔ (مسلم نسائی وغیرہ)

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾

تم اپنی بداعمالیاں کچھ پوشیدہ تو رکھتے ہی نہ تھے کہ تم پر تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں۔ ہاں تم یہ سمجھتے رہے کہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو اس میں سے بہت سے اعمال سے اللہ بے خبر ہے ○ تمہاری اسی بدگمانی نے جو تم نے اپنے رب سے کر رکھی تھی تمہیں ہلاک کر دیا اور بالآخر تم زیاں کاروں میں ہو گئے ○ اب اگر یہ صبر کریں تو بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور اگر یہ عذر و معافی کے خواستگار ہوں تو بھی معذور معاف نہیں رکھے جائیں گے ○

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کافر و منافق کو حساب کے لئے بلایا جائے گا۔ اس کے اعمال اس کے سامنے

پیش ہوں گے تو قسمیں کھا کھا کر انکار کرے گا اور کہے گا' اے اللہ تیرے فرشتوں نے وہ لکھ لیا ہے جو میں نے ہرگز نہیں کیا' فرشتے کہیں گے' فلاں دن فلاں جگہ تو نے فلاں عمل نہیں کیا؟ یہ کہے گا' اے اللہ تیری عزت کی قسم' میں نے ہرگز نہیں کیا۔ اب منہ پر مہر مار دی جائے گی اور اعضاء بدن گواہی دیں گے۔ سب سے پہلے اس کی داہنی ران بولے گی (ابن ابی حاتم)

ابو یعلی میں حضورؐ فرماتے ہیں' قیامت کے دن کافر کے سامنے ان کی بداعمالیاں لائی جائیں گی تو وہ انکار کرے گا اور جھگڑنے لگے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' یہ ہیں تیرے پڑوسی جو شاہد ہیں۔ یہ کہے گا سب جھوٹے ہیں۔ فرمائے گا' یہ ہیں تیرے کنبے قبیلے والے جو گواہ ہیں۔ کہے گا' یہ بھی سب جھوٹے ہیں۔ اللہ ان سے قسم دلوائے گا' وہ قسم کھائیں گے لیکن یہ انکار ہی کرے گا۔ سب کو اللہ چپ کرا دے گا اور خود ان کی زبانیں ان کے خلاف گواہی دیں گی۔ پھر انہیں جہنم واصل کر دیا جائے گا۔ ابن ابی حاتم میں ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' قیامت کے دن ایک وقت تو وہ ہوگا کہ نہ کسی کو بولنے کی اجازت ہوگی نہ عذر معذرت کرنے کی۔ پھر جب اجازت دی جائے گی تو بولنے لگیں گے اور جھگڑے کریں گے اور انکار کریں گے اور جھوٹی قسمیں کھائیں گے۔ پھر گواہوں کو لایا جائے گا' آخر زبانیں بند ہو جائیں گی اور خود اعضاء بدن ہاتھ پاؤں وغیرہ گواہی دیں گے۔ پھر زبانیں کھول دی جائیں گی تو اپنے اعضاء بدن کو ملامت کریں گے۔ وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اللہ نے قوت گویائی دی اور ہم نے صحیح صحیح کہا' پس زبانی اقرار بھی ہو جائے گا۔

ابن ابی حاتم میں رافع ابوالحسنؒ سے مروی ہے کہ اپنے کرتوت کے انکار پر زبان اتنی موٹی ہو جائے گی کہ بولا نہ جائے گا۔ پھر جسم کے اعضا کو حکم ہوگا' تم بولو تو ہر ایک اپنا اپنا عمل بتا دے گا۔ کان' آنکھ' کھال' شرم گاہ' ہاتھ پاؤں وغیرہ۔ اور بھی اسی طرح کی بہت سی روایتیں سورہ یٰسین کی آیت اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ الخ کی تفسیر میں گذر چکی ہیں۔ جنہیں دوبارہ وارد کرنے کی ضرورت نہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' جب ہم سمندر کی ہجرت سے واپس آئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دن ہم سے پوچھا' تم نے حبشہ کی سرزمین پر کوئی تعجب خیز بات دیکھی ہو تو سناؤ۔ اس پر ایک نوجوان نے کہا' ایک مرتبہ ہم وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے علماء کی ایک بڑھیا عورت ایک پانی کا گھڑا سر پر لئے ہوئے آ رہی تھی۔ انہی میں ایک جوان نے اسے دھکا دیا جس سے وہ گر پڑی اور گھڑا ٹوٹ گیا۔ وہ اٹھی اور اس شخص کی طرف دیکھ کر کہنے لگی' مکار تجھے اس کا حال اس وقت معلوم ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ اپنی کرسی سجائے گا اور سب اگلے پچھلوں کو جمع کرے گا اور ہاتھ پاؤں گواہیاں دیں گے اور ایک ایک عمل کھل جائے گا۔ اس وقت تیرا اور میرا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔ یہ سن کر حضورؐ فرمانے لگے' اس نے سچ کہا' اس نے سچ کہا' اس قوم کو اللہ تعالیٰ کس طرح پاک کرے جس میں زور آور سے کمزور کا بدلہ نہ لیا جائے؟ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔

ابن ابی الدنیا میں یہی روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ جب یہ اپنے اعضا کو ملامت کریں گے تو اعضاء جواب دیتے ہوئے یہ بھی کہیں گے کہ تمہارے اعمال دراصل کچھ پوشیدہ نہ تھے۔ اللہ کے دیکھتے ہوئے اس کے سامنے تم کفر و معاصی میں مستغرق رہتے تھے اور کچھ پرواہ نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ تم سمجھے ہوئے تھے کہ ہمارے بہت سے اعمال اس سے مخفی ہیں۔ اسی فاسد خیال نے تمہیں تلف اور برباد کر دیا اور آج کے دن تم برباد ہو گئے۔ مسلم' ترمذی وغیرہ میں حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ میں کعبتہ اللہ کے پردے میں چھپا ہوا تھا جو تین شخص آئے بڑے پیٹ اور کم عقل والے۔ ایک نے کہا' کیوں جی ہم جو بولتے چالتے ہیں' اسے اللہ سنتا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا' اگر اونچی آواز سے بولیں تو سنتا ہے اور آہستہ آواز سے باتیں کریں تو نہیں سنتا۔ دوسرے نے کہا' اگر کچھ سنتا ہے تو سب سنتا ہوگا۔ میں نے آ کر حضورؐ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اس پر آیت وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ الخ نازل ہوئی۔ عبدالرزاق میں ہے' منہ بند ہونے کے بعد سب

سے پہلے پاؤں اور ہاتھ بولیں گے۔ حضورؐ فرماتے ہیں' جناب باری عزاسمہ کا ارشاد ہے کہ میرے ساتھ میرا بندہ جو گمان کرتا ہے۔ میں اس کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ حضرت حسنؒ اتنا فرما کر کچھ تامل کر کے فرمانے لگے' جس کا جیسا گمان اللہ کے ساتھ ہوتا ہے' نیک ظن ہوتا ہے تو وہ اعمال بھی اچھے کرتا ہے اور کافر و منافق چونکہ اللہ کے ساتھ بدظن ہوتے ہیں' وہ اعمال بھی بد کرتے ہیں۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے' تم میں سے کوئی شخص نہ مرے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ کے ساتھ نیک ظن ہو۔ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ برے خیالات رکھے' اللہ نے انہیں تہہ و بالا کر دیا۔ پھر یہی آیت آپ نے پڑھی آگ جہنم میں صبر سے پڑے رہنا اور بے صبری کرنا ان کے لئے یکساں ہے۔ نہ ان کے عذر معذرت مقبول نہ ان کے گناہ معاف۔ یہ دنیا کی طرف اگر لوٹنا چاہیں تو وہ راہ بھی بند۔ جیسے اور جگہ ہے' جہنمی کہیں گے' اے اللہ! ہم پر ہماری بدبختی چھا گئی۔ یقیناً ہم بے راہ تھے۔ اے اللہ اب تو یہاں سے نجات دے۔ اگر اب ایسا کریں تو پھر ہمیں ہمارے ظلم کی سزا دینا۔ لیکن جناب باری کی طرف سے جواب آئے گا کہ اب یہ منصوبے بے سود ہیں۔ دھتکارے ہوئے یہیں پڑے رہو۔ خبردار جو مجھ سے بات کی۔

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَٰسِرِينَ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْءَانِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۷﴾

ہم نے ان کے کچھ ہم نشین مقرر کر رکھے تھے جنہوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا رکھے تھے اور ان کے حق میں بھی قول اللہ کی ان امتوں کے ساتھ پورا ہوا جو ان سے پہلے جنوں انسانوں کی گذر چکی ہیں۔ یقیناً وہ زیاں کار ثابت ہوئے ○ کافروں نے کہا' اس قرآن کو سنو ہی مت اور اس کے پڑھے جانے کے وقت بیہودہ گوئی کرو' کیا عجب کہ تم غالب آ جاؤ ○ پس یقیناً ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور انہیں ان کے بدترین اعمال کا بدلہ ضرور ضرور دیں گے ○

آداب قرآن حکیم : ☆☆ (آیت: ۲۵-۲۷) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ مشرکین کو اس نے گمراہ کر دیا ہے اور یہ اس کی مشیت اور قدرت سے ہے۔ وہ اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے۔ اس نے کچھ جن و انس ایسے ان کے ساتھ کر دیئے تھے جنہوں نے ان کے بداعمال انہیں اچھی صورت میں دکھائے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ دور ماضی کے لحاظ سے اور آئندہ آنے والے زمانے کے لحاظ سے بھی ان کے اعمال اچھے ہی ہیں۔ جیسے اور آیتیں ہیں وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ الخ ان پر کلمہ عذاب صادق آ گیا جیسے ان لوگوں پر جو ان سے پہلے ان جیسے تھے۔ نقصان اور گھاٹے میں یہ اور وہ یکساں ہو گئے کفار نے آپس میں مشورہ کر کے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ وہ کلام اللہ کو نہیں مانیں گے نہ ہی اس کے احکام کی پیروی کریں گے۔ بلکہ ایک دوسرے سے کہہ رکھا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو شور و غل کرو اور اسے نہ سنو۔

تالیاں بجاؤ' سیٹیاں بجاؤ' آوازیں نکالو۔ چنانچہ قریشی یہی کرتے تھے۔ عیب جوئی کرتے تھے' انکار کرتے تھے۔ دشمنی کرتے تھے اور اسے اپنے غلبہ کا باعث جانتے تھے۔

یہی حال ہر جاہل کافر کا ہے کہ اسے قرآن کا سننا اچھا نہیں لگتا۔ اسی لئے اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم فرمایا ہے کہ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ جب قرآن پڑھا جائے تو تم سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے' ان کافروں کو دھمکایا جا رہا ہے کہ قرآن کریم سے مخالفت کرنے کی بنا پر انہیں سخت سزا دی جائے گی۔ اور ان کی بدعملی کا مزہ انہیں ضرور چکھایا جائے گا' ان اللہ کے دشمنوں کا بدلہ دوزخ کی آگ ہے جس میں ان کے لئے ہمیشہ کا گھر ہے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے۔ اس کے بعد کی آیت کا مطلب حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جن سے مراد ابلیس اور انس سے مراد حضرت آدمؑ کا وہ لڑکا ہے جس نے اپنے بھائی کو مار ڈالا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ ابلیس تو ہر مشرک کو پکارے گا اور حضرت آدمؑ کا یہ لڑکا ہر کبیرہ گناہ کرنے والے کو پکارے گا ۔پس ابلیس شرک کی طرف اور تمام گناہوں کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والا ہے اول رسول حضرت آدمؑ کا یہ لڑکا جو اپنے بھائی کا قاتل ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے' روئے زمین پر جو قتل ناحق ہوتا ہے' اس کا گناہ حضرت آدمؑ کے اس پہلے فرزند پر بھی ہوتا ہے کیونکہ قتل بے جا کا شروع کرنے والا یہ ہے۔ پس کفار قیامت کے دن جن وانس جو انہیں گمراہ کرنے والے تھے' انہیں نیچے کے طبقے میں داخل کرانا چاہیں گے تاکہ انہیں سخت عذاب ہوں۔ وہ درک اسفل میں چلے جائیں اور ان سے زیادہ سزا بھگتیں۔ سورۂ اعراف میں بھی یہ بیان گزر چکا ہے کہ یہ ماننے والے جن کی مانتے تھے' ان کے لئے قیامت کے دن دوہرے عذاب کی درخواست کریں گے جس پر کہا جائے گا کہ ہر ایک دوگنے عذاب میں ہی ہے لیکن تم بے شعور ہو۔ یعنی ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق سزا ہو رہی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یُفْسِدُوْنَ یعنی جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا' انہیں ہم ان کے فساد کی وجہ سے عذاب پر عذاب دیں گے۔

ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِیْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَیْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِیَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِیْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

دشمنان رب کی سزا یہی دوزخ کی آگ ہے جس میں ان کا ہمیشگی کا گھر ہے۔ یہ بدلہ ہے ہماری آیتوں سے انکار کرنے کا O کافر لوگ کہیں گے اے اللہ ہمیں جنوں انسانوں کے ان دونوں فریق کو دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تاکہ ہم انہیں اپنے قدموں تلے ڈال کر انہیں نہایت اور سب سے نیچے کر دیں O جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے' پھر اسی پر قائم رہے' ان کے پاس فرشتے یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو O

استقامت اور اس کا انجام: ☆☆ (آیت: ۳۰) جن لوگوں نے زبانی اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا یعنی اس کی توحید کا اقرار کیا' پھر اس پر جمے رہے یعنی فرمان الٰہی کے ماتحت اپنی زندگی گزاری۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت فرما کر وضاحت کی کہ بہت لوگوں نے اللہ کے رب ہونے کا اقرار کر کے پھر کفر کر لیا۔ جو مرتے دم تک اس بات پر جما رہا' وہ ہے جس نے اس پر استقامت کی۔ (نسائی وغیرہ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب اس آیت کی تلاوت ہوئی تو آپ نے فرمایا ''اس سے مراد کلمہ پڑھ کر پھر کبھی بھی شرک نہ کرنے والے ہیں''۔ ایک روایت میں ہے کہ خلیفۃ المسلمین نے ایک مرتبہ لوگوں سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے کہا' استقامت سے مراد گناہ نہ کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا' تم نے اسے غلط سمجھا۔ اس سے مراد اللہ کی الوہیت کا اقرار کر کے پھر دوسرے کی طرف کبھی بھی التفات نہ کرنا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے سوال ہوتا ہے کہ قرآن میں حکم اور جزا کے لحاظ سے سب سے زیادہ آسان آیت کون سی ہے؟ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی کہ توحید الٰہی پر ختاعمر قائم رہنا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے منبر پر اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا' واللہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی اطاعت پر جم جاتے ہیں اور لومڑی کی چال نہیں چلتے کہ کبھی ادھر کبھی ادھر۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' فرائض اللہ کی ادائیگی کرتے ہیں۔ حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ یہ دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّنَا فَارْزُقْنَا الْاِسْتِقَامَۃَ اے اللہ تو ہمارا رب ہے۔ ہمیں استقامت اور پختگی عطا فرما۔ استقامت سے مراد دین اور عمل کا خلوص۔ حضرت ابوالعالیہؒ نے کہا ہے' ایک شخص نے رسول اللہ علیہ السلام سے سوال کیا کہ مجھے اسلام کا کوئی ایسا امر بتلائیے کہ پھر کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپؐ نے فرمایا' زبان سے اقرار کر کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر جم جا۔ اس نے پھر پوچھا' اچھا یہ تو عمل ہوا' اب بچوں کس چیز سے؟ تو آپؐ نے زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسلم وغیرہ) امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں۔

نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝۳۱ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝۳۲ ع ۷ ۱۸

تمہاری دنیوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے۔ جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو' سب جنت میں موجود ہے ○ غفور ورحیم اللہ کی طرف سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہے ○

ان کے پاس ان کی موت کے وقت فرشتے آتے ہیں اور انہیں بشارتیں سناتے ہیں کہ تم اب آخرت کی منزل کی طرف جا رہے ہو' بے خوف رہو۔ تم پر وہاں کوئی کھٹکا نہیں۔ تم اپنے پیچھے جو دنیا چھوڑے جا رہے ہو' اس پر بھی کوئی غم و رنج نہ کرو۔ تمہارے اہل و عیال' مال و متاع کی دین و دیانت کی حفاظت ہمارے ذمے ہے۔ ہم تمہارے خلیفہ ہیں۔ تمہیں ہم خوش خبری سناتے ہیں کہ تم جنتی ہو' تمہیں سچا اور صحیح وعدہ دیا گیا تھا۔ وہ پورا ہو کر رہے گا۔ پس وہ اپنے انتقال کے وقت خوش خوش جاتے ہیں کہ تمام برائیوں سے بچے اور تمام بھلائیاں حاصل ہوئیں۔ حدیث میں ہے' رسول اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں' مومن کی روح سے فرشتے کہتے ہیں' اے پاک روح جو پاک جسم میں تھی' چل اللہ کی بخشش' انعام اور اس کی نعمت کی طرف۔ چل اس اللہ کے پاس جو تجھ پر ناراض نہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ جب مسلمان اپنی قبروں سے اٹھیں گے' اسی وقت فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور انہیں بشارتیں سنائیں گے۔ حضرت ثابت جب اس سورت کو پڑھتے ہوئے اس آیت تک پہنچے تو ٹھہر گئے اور فرمایا' ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ مومن بندہ جب قبر سے اٹھے گا تو وہ دو فرشتے جو دنیا میں اس کے ساتھ تھے' اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے

کہتے ہیں ڈر نہیں' گھبرا نہیں' غمگین نہ ہو' تو جنتی ہے' خوش ہو جا' تجھ سے اللہ کے جو وعدے تھے' پورے ہوں گے- غرض خوف امن سے بدل جائے گا' آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی' دل مطمئن ہو جائے گا- قیامت کا تمام خوف دہشت اور وحشت دور ہو جائے گی- اعمال صالحہ کا بدلہ اپنی آنکھوں دیکھے گا اور خوش ہو گا- الحاصل موت کے وقت قبر میں اور قبر سے اٹھتے ہوئے ہر وقت ملائکۂ رحمت اس کے ساتھ رہیں گے اور ہر وقت بشارتیں سناتے رہیں گے- ان سے فرشتے یہ بھی کہیں گے کہ زندگانی دنیا میں بھی ہم تمہارے رفیق و ولی تھے' تمہیں نیکی کی راہ سمجھاتے تھے' خیر کی رہنمائی کرتے تھے- تمہاری حفاظت کرتے رہتے تھے' ٹھیک اسی طرح آخرت میں بھی ہم تمہارے ساتھ رہیں گے- تمہاری وحشت و دہشت دور کرتے رہیں گے- قبر میں' حشر میں' میدان قیامت میں' پل صراط پر' غرض ہر جگہ ہم تمہارے رفیق اور دوست اور ساتھی ہیں- نعمتوں والی جنتوں میں پہنچا دینے تک تم سے الگ نہ ہوں گے- وہاں جو تم چاہو گے' ملے گا- جو خواہش ہو گی' پوری ہو گی- یہ مہمانی' یہ عطا' یہ انعام' یہ ضیافت اس اللہ کی طرف سے ہے جو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے- اس کا لطف و رحم اس کی بخشش اور کرم بہت وسیع ہے-

حضرت سعید بن مسیبؒ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات ہوتی ہے تو حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو جنت کے بازار میں ملائے- اس پر حضرت سعیدؒ نے پوچھا' کیا جنت میں بھی بازار ہوں گے؟ فرمایا' ہاں مجھے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ جنتی جب جنت میں جائیں گے اور اپنے اپنے مراتب کے مطابق درجے پائیں گے تو دنیا کے اندازے سے جمعہ والے دن انہیں ایک جگہ جمع ہونے کی اجازت ملے گی- جب سب جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا- اس کا عرش ظاہر ہو گا- وہ سب جنت کے باغیچے میں نور' لولو' یاقوت' زبرجد اور سونے چاندی کے منبروں پر بیٹھیں گے' جو نیکیوں کے اعتبار سے کم درجے کے ہیں لیکن جنتی ہونے کے اعتبار سے کوئی کسی سے کمتر نہیں' وہ مشک اور کافور کے ٹیلوں پر ہوں گے لیکن اپنی جگہ اتنے خوش ہوں گے کہ کرسی والوں کو اپنے سے افضل مجلس میں نہیں جانتے ہوں گے- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں ہاں دیکھو گے- آدھے دن کے سورج اور چودھویں رات کے چاند کو جس طرح صاف دیکھتے ہو' اسی طرح اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے- اس مجلس میں ایک ایک سے اللہ تبارک وتعالیٰ بات چیت کرے گا یہاں تک کہ کسی سے فرمائے گا- یاد ہے فلاں دن تم نے فلاں کا خلاف کیا تھا؟ وہ کہے گا' کیوں جناب باری' تو تو وہ خطا معاف فرما چکا تھا- پھر اس کا کیا ذکر؟ کہے گا' ہاں ٹھیک ہے- اسی میری مغفرت کی وسعت کی وجہ سے ہی تو تو اس درجے پر پہنچا- یہ اسی حالت میں ہوں گے کہ انہیں ایک ابر ڈھانپ لے گا اور اس سے ایسی خوشبو برسے گی کہ کبھی کسی نے نہیں سونگھی تھی- پھر رب العالمین عزوجل فرمائے گا کہ اٹھو اور میں نے جو انعام و اکرام تمہارے لئے تیار کر رکھے ہیں' انہیں لو- پھر یہ سب ایک بازار میں پہنچیں گے جسے چاروں طرف سے فرشتے گھیرے ہوئے ہوں گے- وہاں وہ چیزیں دیکھیں گے جو نہ کبھی دیکھی تھیں نہ سنی تھیں نہ کبھی خیال میں گزری تھیں- جو شخص جو چیز چاہے گا' لے لے گا- خرید فروخت وہاں نہ ہو گی بلکہ انعام ہو گا- وہاں تمام اہل جنت ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے- ایک کم درجے کا جنتی اعلیٰ درجے کے جنتی سے ملاقات کرے گا تو اس کے لباس وغیرہ کو دیکھ کر جی میں خیال کرے گا' وہیں اپنے جسم کی طرف دیکھے گا کہ اس سے بھی اچھے کپڑے اس کے ہیں- کیونکہ وہاں کسی کو کوئی رنج و غم نہ ہو گا- اب ہم سب لوٹ کر اپنی اپنی منزلوں میں جائیں گے' وہاں ہماری بیویاں ہمیں مرحبا کہیں گی اور کہیں گی کہ جس وقت آپ یہاں سے گئے تب یہ ترو تازگی اور یہ نورانیت آپ میں نہ تھی لیکن اس وقت تو جمال و خوبی اور خوشبو اور تازگی بہت ہی بڑھی ہوئی ہے- یہ جواب دیں گے کہ ہاں ٹھیک ہے- ہم آج اللہ تعالیٰ کی مجلس میں تھے اور یقیناً ہم بہت ہی بڑھ چڑھ گئے- (ترمذی وغیرہ) مسند احمد میں ہے' حضورؐ فرماتے ہیں' جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرے' اللہ بھی اس سے ملنے کو چاہتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو برا جانے' اللہ بھی اس کی

ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔صحابہؓ نے کہا' یارسول اللہ ہم تو موت کو مکروہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا' اس سے مراد موت کی کراہیت نہیں بلکہ مومن کی سکرات کے وقت اس کے پاس اللہ کی طرف سے خوشخبری آتی ہے جسے سن کر اس کے نزدیک اللہ کی ملاقات سے زیادہ محبوب چیز کوئی نہیں رہتی۔ پس اللہ بھی اس کی ملاقات پسند فرماتا ہے اور فاجر یا کافر کی سکرات کے وقت جب اسے اس برائی کی خبر دی جاتی ہے جو اسے اب پہنچنے والی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے۔ پس اللہ بھی اس کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس کی بہت سی اسناد ہیں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾

اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں ○ نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی' برائی کو بھلائی سے دفع کر۔ پھر تیرا دشمن ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست ○ یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کریں اور اسے سوائے بڑے نصیبے والوں کے ○ کوئی نہیں پاسکتا اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ طلب کر لیا کر۔ یقیناً وہ بہت ہی سننے والا اور جاننے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا محبوب انسان: ☆☆ (آیت:۳۳-۳۶) فرماتا ہے جو اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلائے اور خود بھی نیکی کرے' اسلام قبول کرے اس سے زیادہ اچھی بات اور کس کی ہوگی؟ یہ ہے جس نے اپنے تئیں نفع پہنچایا اور خلق اللہ کو بھی اپنی ذات سے نفع پہنچایا۔ یہ ان میں نہیں جو منہ کے بڑے باتونی ہوتے ہیں۔ جو دوسروں کو کہتے تو ہیں مگر خود نہیں کرتے۔ یہ تو خود بھی کرتا ہے اور دوسروں سے بھی کہتا ہے۔ یہ آیت عام ہے۔ رسول اللہ ﷺ سب سے اولیٰ طور پر اس کے مصداق ہیں۔ بعض نے کہا ہے' اس کے مصداق اذان دینے والے ہیں جو نیک کار بھی ہوں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے' قیامت کے دن موذن سب لوگوں سے زیادہ لمبی گردنوں والے ہوں گے۔ سنن میں ہے' امام ضامن ہے اور موذن امانتدار ہے۔ اللہ تعالیٰ اماموں کو راہ راست دکھائے اور موذنوں کو بخشے۔ ابن ابی حاتم میں ہے' حضرت سعد بن وقاصؓ فرماتے ہیں' اذان دینے والوں کا حصہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مثل جہاد کرنے والوں کے حصے کے ہے۔ اذان و اقامت کے درمیان ان کی وہ حالت ہے جیسے کوئی جہاد میں راہ اللہ میں اپنے خون میں لوٹ پوٹ ہو رہا ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں' اگر میں موذن ہوتا تو پھر مجھے حج و عمرے اور جہاد کی اتنی زیادہ پرواہ نہ رہتی۔ حضرت عمرؓ سے منقول ہے' اگر میں موذن ہوتا تو میری آرزو پوری ہو جاتی اور میں رات کے نفلی قیام کی اور دن کے نفلی روزوں کی اس قدر تنگ و دو نہ کرتا۔ میں نے سنا ہے' اللہ کے رسول ﷺ نے تین بار موذنوں کی بخشش کی دعا مانگی۔ اس پر میں نے کہا' حضورؐ آپ نے اپنی دعا میں ہمیں یاد نہ فرمایا حالانکہ ہم اذان کہنے پر تلواریں تان لیتے ہیں' آپ نے فرمایا' ہاں! لیکن اے عمرؓ ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ موذنی غریب مسکین لوگوں تک رہ جائے گی۔ سنو عمرؓ' جن لوگوں کا گوشت پوست جہنم پر حرام ہے' ان

میں موذن ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں' اس آیت میں بھی موذنوں کی تعریف ہے' اس کا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہنا اللہ کی طرف بلانا ہے۔ ابن عمرؓ اور عکرمہؒ فرماتے ہیں' یہ آیت موذنوں کے بارے میں اتری ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ وہ عمل صالح کرتا ہے' اس سے مراد اذان و تکبیر کے درمیان دو رکعت پڑھنا ہے۔ جیسے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے' دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' دو اذانوں کے درمیان نماز ہے' دو اذانوں کے درمیان نماز ہے جو چاہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اذان و اقامت کے درمیان کی دعا رد نہیں ہوتی۔

صحیح بات یہ ہے کہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے موذن و غیر موذن ہر اس شخص کو شامل ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے۔ یہ یاد رہے کہ آیت کے نازل ہونے کے وقت تو سرے سے اذان شروع ہی نہ تھی۔ اس لئے کہ آیت مکے میں اترتی ہے اور اذان مدینے پہنچ جانے کے بعد مقرر ہوئی ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہؓ نے اپنے خواب میں اذان دیتے دیکھا اور سنا اور حضورؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا' حضرت بلالؓ کو سکھاؤ۔ وہ بلند آواز ہیں۔ پس صحیح بات یہی ہے کہ آیت عام ہے۔ اس میں موذن بھی شامل ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ اس آیت کو پڑھ کر فرماتے ہیں' یہی لوگ حبیب اللہ ہیں۔ یہی اولیاء اللہ ہیں۔ یہی سب سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ ہیں۔ یہی سب سے زیادہ اللہ کے محبوب ہیں کہ انہوں نے اللہ کی باتیں مان لیں۔ پھر دوسروں سے منوانے لگے اور اپنے ماننے میں نیکیاں کرتے رہے' اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے رہے یہاں اللہ کے خلیفہ ہیں' بھلائی اور برائی' نیکی اور بدی برابر برابر نہیں بلکہ ان میں بے حد فرق ہے۔ جو تجھ سے برائی کرے' تو اس سے بھلائی کر اور اس کی برائی کو اس طرح دفع کر۔ حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ تیرے بارے میں جو شخص اللہ کی نافرمانی کرے' تو تو اس کے بارے میں اللہ کی فرماں برداری کر' اس سے بڑی کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا کرنے سے تیرا جانی دشمن دلی دوست بن جائے گا' اس وصیت پر عمل اسی سے ہوگا جو صابر ہو' نفس پر اختیار رکھتا ہو۔ اور ہو بھی نصیب دار کہ دین و دنیا کی بہتری اس کی تقدیر میں ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' ایمان والوں کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ غصے کے وقت صبر کریں اور دوسرے کی جہالت پر اپنی بردباری کا ثبوت دیں۔ اور دوسرے کی برائی سے درگزر کر لیں۔ ایسے لوگ شیطانی داؤ سے محفوظ رہتے ہیں اور ان کے دشمن بھی پھر تو ان کے دوست بن جاتے ہیں یہ ہے نسانی شر سے بچنے کا طریقہ۔

اب شیطانی شر سے بچنے کا طریقہ بیان ہو رہا ہے کہ اللہ کی طرف جھک جایا کرو' اسی نے اسے یہ طاقت دے رکھی ہے کہ وہ دل میں وساوس پیدا کرے اور اسی کے اختیار میں ہے کہ وہ اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ نبی ﷺ اپنی نماز میں فرماتے تھے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ ھَمْزِہٖ وَنَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ۔ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس مقام جیسا ہی مقام صرف سورۂ اعراف میں ہے۔ جہاں ارشاد ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ اور سورۂ مومنین کی آیت اِدْفَعْ بِالَّتِیْ الخ میں حکم ہوا ہے کہ درگذر کرنے کی عادت ڈالو اور اللہ کی پناہ میں آ جایا کرو۔ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا کرو وغیرہ۔

وَمِنْ اٰیٰتِہِ الَّیْلُ وَالنَّھَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَکْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ یُسَبِّحُوْنَ لَہٗ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَھُمْ لَا یَسْـَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ

ایٰتِہٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْؕ اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰیؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۹﴾

دن رات اور سورج چاند بھی اسی کی نشانیوں میں سے ہیں۔ تم سورج کو یا چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ سجدہ اس اللہ کے سامنے کرو جو ان سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ اگر تمہیں اسی کی عبادت کرنی ہے O تو پھر بھی اگر یہ جی چرائیں تو وہ فرشتے جو اللہ کے نزدیک ہیں وہ تو رات دن اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں اور کسی وقت بھی نہیں اکتاتے O اس اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تو زمین کو دبی دبائی دیکھتا ہے۔ پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ تر و تازہ ہو کر ابھرنے لگتی ہے۔ جس نے اسے زندہ کر دیا' وہی یقینی طور پر مردوں کو بھی زندہ کر دے گا۔ بیشک وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے O

مخلوق کو نہیں' خالق کو سجدہ کرو: ☆☆ (آیت: ۳۷-۳۹) اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اپنی عظیم الشان قدرت اور بے مثال طاقت دکھاتا ہے کہ وہ جو کرنا چاہے' کر ڈالتا ہے' سورج چاند' دن رات اس کی قدرت کاملہ کے نشانات ہیں۔ رات کو اس کے اندھیروں سمیت' دن کو اس کے اجالوں سمیت اس نے بنایا ہے۔ کیسے یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہیں۔ سورج کی روشنی اور چمک کو' چاند کو اور اس کی نورانیت کو دیکھ لو۔ ان کی بھی منزلیں اور آسمان مقرر ہیں۔ ان کے طلوع و غروب سے دن رات کا فرق ہو جاتا ہے۔ مہینے اور برسوں کی گنتی معلوم ہو جاتی ہے جس سے عبادات' معاملات اور حقوق کی باقاعدہ ادائیگی ہوتی ہے۔ چونکہ آسمان و زمین میں زیادہ خوبصورت اور منور سورج اور چاند تھا' اس لئے انہیں خصوصیت سے اپنا مخلوق ہونا بتایا۔ اور فرمایا کہ اگر اللہ کے بندے ہو تو سورج چاند کے سامنے ماتھا نہ ٹیکنا اس لئے کہ وہ مخلوق ہیں اور مخلوق سجدہ کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ سجدہ کئے جانے کے لائق وہ ہے جو سب کا خالق ہے۔ پس تم اللہ کی عبادت کئے چلے جاؤ۔ لیکن اگر تم نے اللہ کے سوا اس کی کسی مخلوق کی بھی عبادت کر لی تو تم اس کی نظروں سے گر جاؤ گے اور پھر تو وہ تمہیں کبھی نہ بخشے گا۔ جو لوگ صرف اس کی عبادت نہیں کرتے بلکہ کسی اور کی بھی عبادت کر لیتے ہیں' وہ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ کے عابد وہی ہیں۔ وہ اگر اس کی عبادت چھوڑ دیں گے تو اور کوئی اس کا عابد ہی نہیں رہے گا۔ نہیں نہیں' اللہ ان کی عبادتوں سے محض بے پرواہ ہے۔ اس کے فرشتے دن رات اس کی پاکیزگی کے بیان اور اس کی خالص عبادتوں میں بے تھکے اور بن اکتائے ہر وقت مشغول ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے' اگر یہ کفر کریں تو ہم نے ایک قوم ایسی بھی مقرر کر رکھی ہے جو کفر نہ کرے گی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' رات دن کو' سورج چاند کو اور ہوا کو برا نہ کہو۔ یہ چیزیں بعض لوگوں کے لئے رحمت ہیں اور بعض کے لئے زحمت' اس کی اس قدرت کی نشانی کہ وہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے' اگر دیکھنا چاہتے ہو تو مردہ زمین کا بارش سے جی اٹھنا دیکھ لو کہ وہ خشک' چٹیل اور بے گھاس پتوں کے بغیر ہوتی ہے۔ مینہ برستے ہی کھیتیاں' پھل' سبزہ' گھاس اور پھول وغیرہ اگ آتے ہیں اور وہ ایک عجیب انداز سے اپنے سبزے کے ساتھ لہلہانے لگتی ہے' اسے زندہ کرنے والا ہی تمہیں بھی زندہ کرے گا۔ یقین مانو کہ وہ جو چاہے اس کی قدرت میں ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَاؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَإِنَّهُ لَكِتَٰبٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَّا يَأْتِيهِ
الْبَٰطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ ۖ تَنزِيلٌ
مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَّا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ
لِلرُّسُلِ مِن قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو
عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾

جولوگ ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں وہ کچھ ہم سے مخفی نہیں۔ بتلاؤ تو جو آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے یا وہ جو امن وامان کے ساتھ قیامت کے دن آئے؟ جو تم چاہو کرتے چلے جاؤ اور تمہارا سب کیا کرایا دیکھ رہا ہے ○ جن لوگوں نے اپنے پاس قرآن پہنچ جانے کے باوجود اس سے کفر کیا (وہ بھی ہم سے پوشیدہ نہیں) یہ بڑی باوقعت کتاب ہے ○ جس کے پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔ یہ ہے نازل کردہ حکمتوں والے خوبیوں والے اللہ کی ○ تجھ سے وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے کے رسولوں سے بھی کہا گیا ہے۔ یقیناً تیرا پروردگار معافی والا بھی ہے اور دردناک عذابوں والا بھی ہے ○

عذاب وثواب نہ ہوتا تو عمل نہ ہوتا: ☆☆ (آیت: ۴۰-۴۳) اِلْحَاد کے معنی ابن عباسؓ سے کلام کو اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنے کے مروی ہیں۔ اور قتادہؒ وغیرہ سے الحاد کے معنی کفر وعناد ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ملحد لوگ ہم سے مخفی نہیں۔ ہمارے اسماء وصفات کو ادھر ادھر کر دینے والے ہماری نگاہوں میں ہیں۔ انہیں ہم بدترین سزائیں دیں گے۔ سمجھ لو کہ کیا جہنم واصل ہونے والا اور تمام خطروں سے بچ رہنے والا برابر ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بدکارو! کافرو! جو چاہو عمل کرتے چلے جاؤ۔ مجھ سے تمہارا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔ باریک سے باریک چیز بھی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں۔ ذکر سے مراد بقول ضحاکؒ سدی اور قتادہؒ قرآن ہے۔ وہ باعزت باتوقیر ہے۔ اس کے مثل کسی کا کلام نہیں۔ اس کے آگے پیچھے سے یعنی کسی طرف سے اس سے باطل مل نہیں سکتا۔ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے جو اپنے اقوال و افعال میں حکیم ہے۔ اس کے تمام حکم احکام بہترین انجام والے ہیں۔ تجھ سے جو کچھ تیرے زمانے کے کفار کہتے ہیں یہی تجھ سے اگلے نبیوں کو ان کی کافر امتوں نے کہا تھا۔ پس جیسے ان پیغمبروںؑ نے صبر کیا تم بھی صبر کرو۔ جو بھی تیرے رب کی طرف رجوع کرے وہ اس کے لئے بڑی بخششوں والا ہے۔ اور جو اپنے کفر وضد پر اڑا رہے مخالفت حق اور تکذیب رسولؐ سے باز نہ آئے اس پر وہ سخت دردناک سزائیں کرنے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی بخشش اور معافی نہ ہوتی تو دنیا میں ایک متنفس جی نہیں سکتا تھا۔ اور اگر اس کی پکڑ دکڑ عذاب سزا نہ ہوتی تو ہر شخص مطمئن ہو کر ٹیک لگا کر بے خوف ہو جاتا۔

وَلَوْ جَعَلْنَٰهُ قُرْءَانًا أَعْجَمِيًّا لَّقَالُوا۟ لَوْلَا فُصِّلَتْ ءَايَٰتُهُۥٓ ۖ ءَا۬عْجَمِىٌّ
وَعَرَبِىٌّ ۗ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ هُدًى وَشِفَآءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا
يُؤْمِنُونَ فِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ
مِن مَّكَانٍۭ بَعِيدٍ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسَى الْكِتَٰبَ

فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾

اگر ہم اسے عجمی زبان کا قرآن بناتے تو کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف بیان کیوں نہیں کی گئیں؟ یہ کیا کہ عجمی کتاب اور عربی رسول؟ تو کہہ دے کہ یہ تو ایمان والوں کے لئے ہدایت وشفا ہے۔ اور جو ایمان نہیں لاتے' ان کے کانوں میں تو بہرا پن اور بوجھ ہے اور یا ان پر اندھاپا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کسی بہت دور دراز جگہ سے پکارے جارہے ہیں O یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی۔ سو اس میں بھی اختلاف کیا گیا اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی مقرر ہو چکی ہے تو ان کے درمیان کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ یہ لوگ تو اس سے شکی ہیں اور بے چین ہیں O

قرآن کو جھٹلانے والے شکی ہیں: ☆☆ (آیت: ۴۴-۴۵) قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت' اس کے حکم احکام' اس کے لفظی ومعنوی فوائد کا بیان کرکے اس پر ایمان نہ لانے والوں کی سرکشی' ضد اور عداوت کا بیان فرما رہا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ مطلب یہ ہے کہ نہ ماننے کے بیسیوں حیلے ہیں نہ یوں چین نہ ووں چین۔ اگر قرآن کسی عجمی زبان میں اترتا تو بہانہ کرتے کہ ہم تو اسے صاف صاف سمجھ نہیں سکتے۔ مخاطب جب عربی زبان کے ہیں تو ان پر جو کتاب اترتی ہے' وہ غیر عربی زبان میں کیوں اتر رہی ہے؟ اور اگر کچھ عربی میں ہوتی اور کچھ دوسری زبان میں تو بھی ان کا یہی اعتراض ہوتا کہ اس کی کیا وجہ؟ حضرت حسن بصری کی قراءت اَعْجَمِيٌّ ہے۔ سعید بن جبیرؒ بھی یہی مطلب بیان کرتے ہیں۔ اس سے ان کی سرکشی معلوم ہوتی ہے۔ پھر فرمان ہے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے دل کی ہدایت اور ان کے سینوں کی شفا ہے۔ ان کے تمام شک اس سے زائل ہو جاتے ہیں اور جنہیں اس پر ایمان نہیں' وہ تو اسے سمجھ ہی نہیں سکتے جیسے کوئی بہرا ہو۔ نہ اس کے بیان کی طرف انہیں ہدایت ہو جیسے کوئی اندھا ہو۔ اور آیت میں ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ہمارا نازل کردہ یہ قرآن ایمان داروں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو تو ان کا نقصان ہی بڑھاتا ہے۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی دور سے کسی سے کچھ کہہ رہا ہو کہ نہ اس کے کانوں تک صحیح الفاظ پہنچتے ہیں نہ وہ ٹھیک طرح مطلب سمجھتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ الخ یعنی کافروں کی مثال اس کی طرح ہے جو پکارتا ہے مگر آواز اور پکار کے سوا کچھ اور اس کے کان میں نہیں پڑتا۔ بہرے' گونگے' اندھے ہیں۔ پھر کیسے سمجھ لیں گے؟ حضرت ضحاکؒ نے یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن انہیں ان کے بدترین ناموں سے پکارا جائے گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسلمان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جس کا آخری وقت تھا۔ اس نے یکایک لبیک پکارا۔ آپؓ نے فرمایا' کیا تجھے کوئی دیکھ رہا ہے یا کوئی پکار رہا ہے؟ اس نے کہا' ہاں سمندر کے اس کنارے سے کوئی بلا رہا ہے تو آپ نے یہی جملہ پڑھا کہ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ (ابن ابی حاتم)

پھر فرماتا ہے ہم نے موسیٰ کو کتاب دی لیکن اس میں بھی اختلاف کیا گیا۔ انہیں بھی جھٹلایا اور ستایا گیا۔ پس جیسے انہوں نے صبر کیا' آپ کو بھی صبر کرنا چاہیے۔ چونکہ پہلے ہی سے تیرے رب نے اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے کہ ایک وقت مقرر یعنی قیامت تک عذاب رکے رہیں گے' اس لئے یہ مہلت مقررہ ہے ورنہ ان کے کرتوت تو ایسے نہ تھے کہ یہ چھوڑ دیئے جائیں اور کھاتے پیتے رہیں۔ ابھی ہی ہلاک کر دیئے جاتے۔ یہ اپنی تکذیب میں بھی کسی یقین پر نہیں بلکہ شک میں ہی پڑے ہوئے ہیں۔ لرز رہے۔ ہیں ادھر ادھر ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

جوشخص نیک کام کرے گا' وہ اپنے نفع کے لئے اور جو برا کام کرے گا' اس کا وبال بھی اسی پر ہے' تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ○

ناکردہ گناہ سزا نہیں پاتا: ☆☆ (آیت:۴۶) اس آیت کا مطلب بہت صاف ہے- بھلائی کرنے والے کے اعمال کا نفع اسی کو ہوتا ہے اور برائی کرنے والے کی برائی کا وبال بھی اسی کی طرف لوٹتا ہے- پروردگار کی ذات ظلم سے پاک ہے- ایک کے گناہ پر دوسرے کو وہ نہیں پکڑتا- ناکردہ گناہ کو وہ سزا نہیں دیتا- پہلے اپنے رسولؐ بھیجتا ہے- اپنی کتاب اتارتا ہے' اپنی حجت تمام کرتا ہے' اپنی باتیں پہنچا دیتا ہے' اب بھی جو نہ مانے' وہ مستحق عذاب وسزا قرار دے دیا جاتا ہے-

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے لطف ورحم سے چوبیسویں پارے کی تفسیر ختم ہوئی- اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور رہتی دنیا تک میرے لئے اسے باقیات صالحات بنائے- اس سے اپنے بندوں کو فیض پہنچائے اور ہمیں اپنے کلام کی صحیح سمجھ دے- آمین-